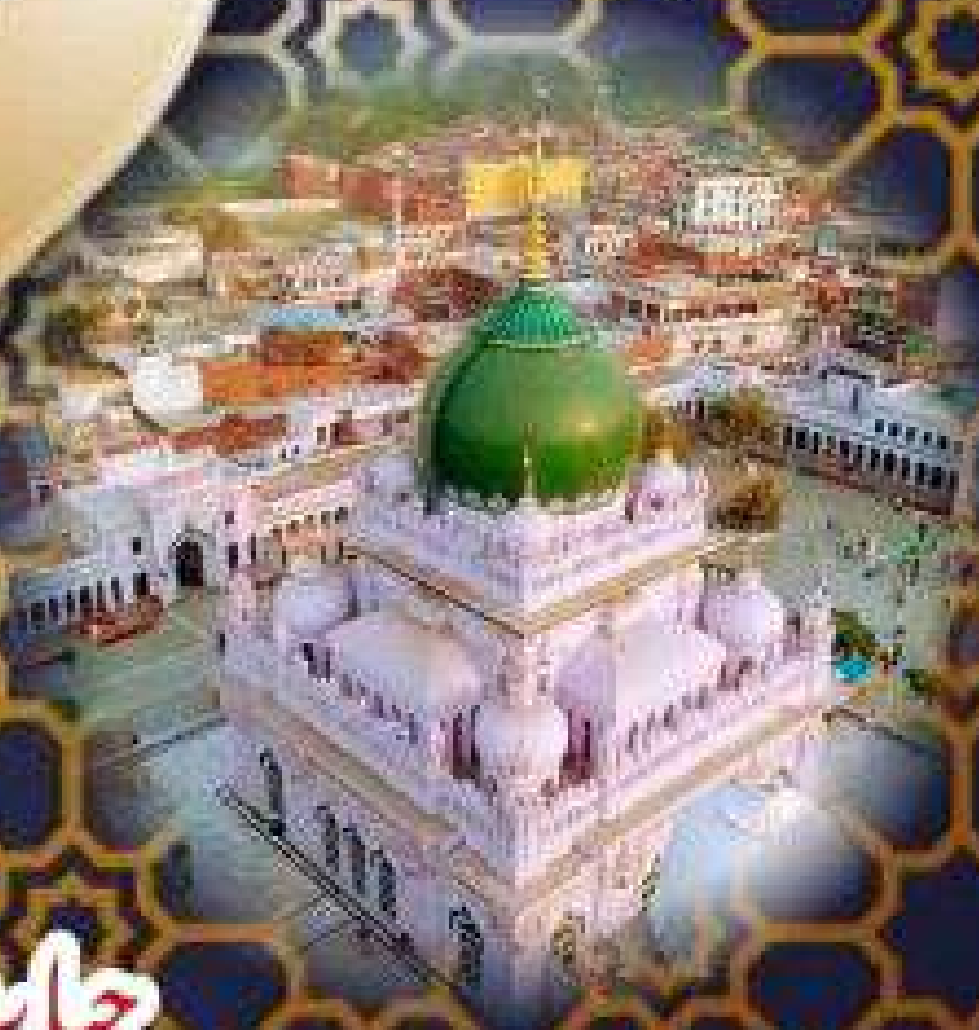


حاجی ولایت علی شاہ



حیات ولایت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حاجی وارث علی شاہؒ

(سیرمبائلہ اور تعلیمات)

چیتا وراثی

کتاب حاجی وارث علی شاہ

نذرِ عقیدت حیات وارثی

سن اشاعت ۱۹۸۳ء
طباعت ہدیہ محبت
نامی پریس لکھنؤ-۲
پانچ روپے

پستہ۔ آل انڈیا ہندی اردو سنگم باغ انوار لکھنؤ

زیر اہتمام۔ جناب جنید احمد صدیقی

انٹرنیشنل اردو اکیڈمی کے مالی تعاون سے شائع
کتاب کے اندراجات سے اکیڈمی کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

کتاب حاجی وارث علی شاہ

نذرِ عقیدت حیات وارثی

سن اشاعت ۱۹۸۳ء
طباعت ہدیہ محبت
نامی پریس لکھنؤ - ۲
پانچ روپے

پتہ - آل انڈیا ہندی اردو سنگم باغ انوار لکھنؤ

زیر اہتمام - جناب جنید احمد صدیقی

| انٹرنیشنل اردو اکیڈمی کے مالی تعاون سے شائع |
| (کتاب کے اندر اجازت سے اکیڈمی کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے) |

الَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَأَخَوْفُ عَلَيْهِمْ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ط

انکا سونا بھی عبادت جاگنا بھی بندگی
مصطفیٰ کی بات ہی کچھ ادا ہے
عاشقانِ مصطفیٰ وارث

آپ کا گھر دوسرے ادسائیں من کے تیر
آپ سے پیار کر کے اکہٹ وہی فقیر
اکہٹ شاہ وارث

انتساب

عزت مآب عبد الرحمن خان نشترو صاحب
(ذندیرا وقاف و جیل حکومت اترپردیش)

عالیجناب شیخ رضی احمد رضا
آمینجر آستانہ عالیہ دیوبند شریف بارہ بنگلہ

کے نام

بصد احترام

حیثیتہ ذیل

تو ہی قبلہ تو ہی کعبہ، تو ہی ایمان ہے ساقی • گدا بارگاہِ دارِ شہادت
 تصویر ہی ترا یادہ کشوں کی جا ہے ساقی حیات و اسراف

دُعَائِیہ

کسی پیارے سلمے میں کام آؤں تو اتنا بھر دے
 دوست بکھڑے دے مجھ کو تو دیا کر دے
 غارِ فیضی کہنوں

خلاصہ

لفظِ عشق ہی تنہا ترجمان وارث ہے
داستانِ محبت کی داستان وارث ہے
(حیاتِ وارثی)

کچھ اور مانگنا مرے مشرب میں کفر ہے
لا اپنا ہاتھ دے مرے دستِ سوال میں
استادِ حاتم حضرتِ مریدِ کعبی

پیش لفظ

حسن و اصف عثمانی قومی آواز لکھنؤ
ہندوستان کی مٹی اور خیر میں سوز و گداز اور عشق و محبت شامل
ہے، یہاں ویرانہ، اور گیتا کے فلسفوں کا راج رہا ہے، اسلام
کی آمد کے بعد ہندوستان میں سب کے زیادہ مقبولیت مسلمانوں
کو حاصل ہوئی، جو انہیں جذبات و انکار کے پیا میر تھے، تو ہندوستان
کے تاریخی ضمیر میں پیوست ہیں۔

ان صوفیوں میں بھی چشتی مسلک کے بزرگان مہر سرشت نے
ہندوستان میں سب کے زیادہ ادب و امداد مقبولیت حاصل کی، تو ان کا
چشت میں خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی نے اپنے سلسلے کو سب سے
زیادہ پھیلانے کے لئے مریدان خاص اور مجاہدین کو اپنے کلمہ خاص
سے ملک بھر میں جگہ جگہ پھیلا دیا

کنوڑ (بارہ بک)، سید علاء الدین اعلیٰ بزرگ بھی خواجہ
نصیر الدین چراغ دہلوی کے کلمے سے گوشہ نشین ہوئے، مسعود
خانقاہ تعمیر کی، ان کے بعد ان کا خاندان علم و معرفت کی

دولت سے بدلتوں والا مال رہا، اسی خاندان کی ایک شاخ
 بجلی جس سے حاجی وارث علی شاہ کا تعلق تھا، وہ آئے بہنوئی
 اور مرشد سید خادم علی شاہ کے واسطے سے قادی اور حسنی سلسلے
 میں باقاعدہ بیعت اور ان سلسلوں کے مجاز تھے لیکن انکا طرز فکر
 اور طریقہ کار انفرادی تھا

حیات وارثی صاحب نے حاجی صاحب کی بے شمار سوانح عمریوں
 سے یہ انتخاب مرتب کیا ہے، ان کی تحریر محبت و عقیدت کے حدود
 میں ان حیات انگیز واقعات کا بیان بھی کرتی ہے، جو حاجی
 وارث علی شاہ کی زندگی میں احوال کے دھال ٹکے بعد ان کے
 آستانہ سے ملنے والے فیض جاریہ کا ثبوت ہیں اس میں ذرہ برابر
 شک نہیں کہ اگر اس بیسویں صدی کی ابتدا میں حاجی وارث علی شاہ
 مولانا فضل رحمن گنج مراد آبادی اور مولانا عین القضاۃ گھنوی
 کے بے شمار خوارق عادات بے شمار اور مختلف مذہب و مسلک
 کے حسنی شہادتوں کا سلسلہ نہ بن جائے تو روحانیت افسانہ دہائے
 عالم حقائق کو لوگ تذکروں، ملفوظات اور عقیدت مندوں کی
 کہانیاں ہی کہنے پر مجبور ہوئے۔

حاجی وارث علی شاہ حیات وارثی کا ایسا کارنامہ ہے
 جو بدلتوں اہل علم کو روشنی دکھاتا رہے گا۔

آغز

دامنِ فخر میں سایہ ہے بہت انگیزی کا
لیکن اکبر کی طرح دھوپ میں چل کر جانا
(حیات وارثی)

انسانی تاریخ میں ایسے بہت سے نام ہیں جنہوں نے اپنے
عملی کردار اور انسانی اظہار سے ہزاروں نہیں بلکہ کروڑوں لوگوں
کو متاثر کیا ہے اور ان کی زندگی کا رخ بدلا ہے، ماقبل تاریخ
سے یہ سلسلہ جاری ہے۔

ہر خطہ ارض پر ایسے لوگ برابر آتے رہے جنہوں نے انسانوں
کو خدا شناسی اور سماجی، ذہنی اور روحانی تعلیمات سے سرفراز
کیا، مذہب و روحانیت کی جڑیں انسانیت کے درخت کو قوت
نمودیتی ہیں، یہ سلسلہ رشد و ہدایت و ولادت حضرت آدم علیہ السلام
سے موجودہ بنی آدم تک جاری و ساری ہے۔

اسلام سے قبل ایک لاکھ چوبیس ہزار نمائندگان حق نے اس

مافصل شہنشاہ اکبر اعظم اولاد کے لئے پریشان تھا آخر میں شہنشاہ دلائل شیعہ
سلیم خشتی کے دربار میں پایادہ حاضر ہوا تھا تو اسکو گوہر مراد ماقبل ہوا۔ حیات و تدلی

فرض منصبی کو خوش اسلوبی سے پورا کیا ہے، زمین کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جہاں انسان آباد ہوں اور ہدایت کرنے والا نہ بھیجا گیا ہو، ان کے ناموں اور کاموں سے ہماری عدم واقفیت انکی حیثیت کو کم نہیں کرتی۔

جب بھی کوئی خطہ ارض گمراہی اور ظلم کے اندھیروں میں روپوش ہوا ہے، رب السموات والارض نے اپنے خصوصی پیغامبر کے ذریعہ نور ہدایت بھیجا ہے، یہ سلسلہ نور حضرت آدم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک صدیوں کے وسیع دائرہ میں پھیلا ہوا ہے، پروردگار عالم نے انسانی مزاج اور مقامی حالات کے پیش نظر پیغام ہدایت سے لوگوں کو اصلاح کا موقع عنایت فرمایا ہے، تاکہ کوئی بات مذہب یا حیلے کے لئے نہ رہ جائے، خدا نے اپنے صادق منبروں کو معجزات اور تفصیلات کے زیورات سے اس کے آراستہ کر دیا تاکہ شکوک و شبہات اور توہمات کی کوئی گنجائش ممکن نہ ہو سکے کہیں پیغمبر کو آواز کا اجاز بخشا، کسی کو حسن پاکیزہ سے نوازا کسی کے ہاتھوں کو مسیحائی عنایت کی، کسی کے لبوں کو مردوں کو زندگی بخشنے کی سوغات دی، کسی کو پانی پر اختیار دیا، کسی کے قبضے میں ہوا کر دی، یہی سلسلہ آگے بڑھتا رہا۔

انسان کی تخلیق ہی جن عناصر کی شمولیت سے ہوئی ہے انہیں مٹی، ہوا، آگ اور پانی ہیں، یہ عناصر راہِ بعد اپنی فطرت، ماہیت

اور خصوصیات کی بنا پر ایک دوسرے کی ضد ہیں، مٹی میں انگسار
آگ میں تند خوئی، ہوا میں تیزی کھراؤ اور پانی میں برقی روان
ہے، انسان انہیں عناصر سے بنایا گیا ہے، اسی لئے ہر انسان میں
یہی بنیادی خوبیاں یا خامیاں فطری طور پر موجود ہیں۔

خلاق ابدی اور مالک حقیقی نے انسان کو خلیفۃ الارض کے
معزز خطاب اور اشرف المخلوقات کے انفرادی لقب سے اسی لئے
نوازا کہ مخلوق کائنات ارض پر اس کی مرضی اور اطاعت گزار
سے زندگی بسر کر کے ایسی ابدی ثمت حاصل کرے گی جیسے دیدار
خداوندی کہا گیا ہے، پروردگار عالم نے انسان کی تخلیق میں جو
توازن رکھا ہے اسی توازن کا مطالبہ وہ اپنے بندوں سے کرتا
ہے یعنی خاک کی انگساری دعوت سجدہ ریزی دیتی ہے۔ باد کی
سرگرمی انسانوں کو جادہ پیدا کرتی ہے، آب کی پوشیدہ برقی تعمیر
اور فیض کی نشاندہی کرتی ہے اور آتش کی حرارت اور سر بلندی
انسان کو جستجو اور آزمائش میں تیار کرکند بناتی ہے، ان مادی
عناصر کے ساتھ ایک پاکیزہ شے یعنی روح کا رشتہ جوڑ کر خدا نے
انسان کو اعمال میں خود مختاری بخشی ہے۔

جب بھی انسان میں اعتدال و توازن کی کمی پیدا ہوئی اور
اس نے روح کی حقیقت سے انکار کر کے صرف مادہ کو منزل بنایا
ہے تو نظام کائنات انتشار کا شکار ہو گیا ہے اور انسان نے

اشرف المخلوقات کا خطاب کھودیا ہے۔

دنیا میں پیہروں اور مضامین کی آمد کا بنیادی مقصد صرف
توازن کو بحال کرنا ہے، کیونکہ تعمیر کائنات اور مقصد حیات صرف
توازن میں پوشیدہ ہے۔

توازن اور اعتدال ہی سے گلشن حیات میں نمو ہے، جب
بھی رُخ، پانی، آگ اور ہوا میں توازن برقرار نہیں رہا تو بیماریاں
تباہی اور بربادی پھیلی ہے صدیوں کے تجربات اور مشاہدات
نے اعتدال و توازن کی اہمیت کو واضح کر دیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے بعد تاریخ مذاہب
میں ایک نیا انقلاب آیا اور انسانوں کی ایک بڑی آبادی انکی
حیات ظاہری کے بعد اگلا راستہ اپنا یا لیکن چند ہی لوگوں نے
توازن برقرار رکھا باقی لوگ صحرا میں اعتدال سے نکل گئے اور
انہیں خدا کا بٹا کہنے لگے، حضرت عیسیٰ نے خدائے وحدہ لا شریک
کی جو تعلیم دی تھی اس سے منحرف ہو گئے اور بعد کے لوگوں نے تین خداؤں
کا تصور پیش کر کے انسان کو اس کے غور سے جدا کر دیا، عرب تا علم
گمراہی اور بے دینی، ظلم و جبر اور کفر و شرک کے ہیب بادل چھائے
تھے، فضائے انسانیت معصیت کے زہر سے ہلاکت خیز بن گئی
تھی، کمزوروں اور ناداروں سے زندگی کا حق چھین لیا گیا تھا
عورت کا تصور سماج کے لئے باعث ننگ تصور کیا جاتا تھا، ایک

خدا کی جگہ انسان درندوں، چرندوں، جانوروں، پتھروں اور
 بڑوں کو سجدہ کر رہا تھا، وحشت اور بربریت اپنی انتہا کو پہنچ
 گئی تھی ایسے کرناک مال میں جب انسانیت گمراہ رہی تھی اور
 صبحِ مردہ ٹھیک تھی سوزِ من مگر بر خدا کے آخری پیغمبر، نبیوں
 کے امام، خیر الانام، رحمت للعالمین، شیخ المذنبین جناب احمد علی
 محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا، آپ کی تعلیمات قدسیہ
 اور ارشادات عالیہ نے زخمِ خوردہ انسانیت کے زخموں پر
 لطفِ کرم کا مرہم رکھا اور انساں کو اس کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا
 پروردگار عالم نے اپنے حبیبِ محبوب کے توسط سے صحیفہ عرفان
 یعنی قرآن کریم عنایت فرمایا

مادی جسم کی بیماریوں کے لئے مادی دواؤں کی ضرورت ہوتی
 ہے اور روح کا علاج کلامِ ربانی ہے قرآن کی شکل میں دنیا کے
 سامنے ایک نسخہ کیا موجود ہے جو قیامت تک انسانوں کی رہنمائی
 اور مشکل کشائی کرتا رہے گا۔

رحمت کو نبی کی نگاہ رحمت نے جاہل عربوں کو حکمائے زمانہ
 کا پیشوا بنادیا بھلام کہے جانے والے بلالؓ سردارِ مومنین بن گئے
 دینا نے وہ انقلابِ عظیم دیکھا کہ حیاتِ زندہ رہ گئی، بیمارِ دوسریں نہ رہ
 کہ شفا یاب ہوئیں بلکہ مسیحائے دوراں بن گئیں، زمین کی پستیوں
 نے عرش کی بلندیوں کو چھو لیا، ارشاداتِ رسولِ برحق کو حدیثِ قدسی

ماستبرنام دیا گیا، کائنات ہستی میں ایمان و عقیدہ کی ایسی شمعیں
 جلی گائیں کہ ساری دنیا بقدر نور بن گئی۔

نبی رحمت نے بیت و بلند اعلیٰ اور اذن کی تفریق ختم کر دی
 باطل خداؤں کی حکمرانی ختم ہوئی، صہنم خانہ کعبہ اللہ کی حیثیت
 سے پہچانا گیا۔ اسلام سلامتی کا پیغام لے کر ساری دنیا میں پھیل گیا،
 اس دوست اور ہمہ گیریت کی بنا پر ضروری تھا کہ ہر جگہ جانشینانِ مصطفیٰ
 اور پروردانِ رحمت کبریا شریعت اور سیرت مصطفیٰ کی ترجمانی
 کے لئے موجود ہوں، اسی لئے میرے آقا و مولیٰ، غیب میں خدا آشنا
 صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اصحابؓ مثل ستاروں کے ہیں
 ان میں سے جس کی پیروی کرو گے منزل پر پہنچ جاؤ گے، اس درد
 میں ہوئی حالات اور جغرافیائی کیفیات کی بنا پر دو تہائی رات
 گزرنے کے بعد منزل کی طرف سرگرم سفر ہو جاتے تھے اور وہ صوب
 کی تجاوزت کے ساتھ ہی قافلے قیام کرتے تھے، اس درد میں سموتوں
 کا تین ستاروں کو دیکھ کر کیا جاتا تھا اور سفر کرنے والے قافلے
 ستاروں کی رہنمائی میں اپنی منزل پر پہنچتے تھے، منہر صادق نے
 اپنے غلاموں کو ستاروں سے تشبیہ و تحریہ یہی بات بکھائی ہے۔

ایک بار آپ نے ارشاد فرمایا کہ، "میری امت کے حکماء
 بنی اسرائیل کے نمبروں کے مثل ہیں" جو مکہ خاتم نبوت کی تشریف
 آوری کے بعد تیسویں اور سوویں کی آمد کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔

اس لئے اللہ کے رسول نے تبلیغ دین اور ہدایت کے لئے مظلوماں کو براہ عزت و عنایت فرمایا ہے، ظاہری تعلیم و ہدایت کے ساتھ ہی انہیں باطنی علم و عرفان کے لئے اپنے ایک جانشین کا ارشاد فرمایا کہ "میں علم کا شہر ہوں اقلیٰ" اس کا دروازہ میں "۔

پیغمبر کائنات کی یہ حدیث مبارکہ اس جانب رہنمائی کر رہی تھی علم معرفت حاصل کرنے کے لئے مولائے کائنات حضرت علیؑ سے رابطہ ضروری ہے اسی لئے صوفیائے کرام کے تمام سلسلے حضرت علیؑ رحمہ اللہ سے ملتے ہیں انہی چشمہ رحمت سے دیائے معرفت جاری ہوئے۔

اسلام کی اشاعت کے لئے ابتدائی دور سے تین گروہ سرگرم عمل رہے پہلا گروہ صوفیاء کا ہے جسکی نمائندگی اصحاب صفہ کرتے تھے، جنہوں نے اپنی سبک زندگیوں کو فروغ دین کے لئے وقف کر دیا تھا، جو مسجد نبویؐ میں تھوکتے علی اللہ کی مکمل مثال بھرا اپنی زندگی کا مقدس فریضہ انجام دیتے تھے جنہیں دنیاوی جاہ و حشمت اور دولت و ثروت سے کوئی تعلق نہ تھا، انہی زندگیاں صرف اشاعت حق اور طاعت محبوب حق کے لئے وقف تھیں، دوسرا گروہ مجاہدین حق کا تھا جو کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تبلیغ کو اس قلم اور خون کی سرخی سے کرتے تھے جسکی مقدس زندگیوں کی سراج شہادت تھی، یہ مجاہدین اپنی قربانیوں سے زمین تیار کرتے تھے جن پر علمائے دین اپنی کھیتی کرنے لگیں تیار

کرتے تھے، مبلغین اسلام کا تیسرا گروہ علماء کا ہے، اس گروہ کو پرسکون ماحول کی ضرورت ہوتی ہے گروہ علماء بفضل کو کاٹنے کے بعد حاصل شدہ سرمائے کو برتنے اور رکھنے کے آداب سکھانا ہے تاکہ محنت سے کائی ہوئی دولت بد احتیاطی سے ضائع نہ ہو سکے

...

ہندوستان میں اسلام کی آمد

جانب ہند جو طبع سے ہوا آتی ہے
نکھت گیسوئے محبوب خدا لاتی ہے۔

ہندوستان دنیا کے نقشے پر وہ واحد ملک ہے جسکی جانب
سے آنے والی ہواؤں کو رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے شرف
قبولیت بخشا ہے اور فرحت محسوس کی ہے۔

ہندوستان سے عربوں کا تعلق نہایت قدیم ہے وہ ظہور اسلام
سے پہلے تجارت کی غرض سے ہندوستان کے جنوبی ساحلوں پر آتے
رہتے تھے اور مالدیپ، کیرالا کے ساحلی جزیروں پر آباد ہو جاتے
یہ آمد و رفت کا سلسلہ جاری تھا کہ انہیں طلوع اسلام کی خبر ملی
جنوبی ہند کی تاریخ کی روشنی میں چند صحابی رسول اکرم بھی تبلیغ دین
کے لئے یہاں تشریف لائے اور اسی سرزمین کو آخری آرام گاہ بنایا
انکی سیرت اور کردار سے متاثر ہو کر ہزاروں لوگوں نے اسلام قبول
کر لیا، حجاج بن یوسف گورنر کوفہ کے بھتیجے محمد بن قاسم نے سندھ کے خوذہ
اور ظالم راہ سے مظلوم مسلمانوں کا انتقام لینے کے لئے سندھ پر حملہ کیا
جس میں راہہ داہر مارا گیا اور پہلی مسلم ریاست کی بنیاد پڑی، سندھ

کے عوام جو صدیوں سے جبر و استبداد کے شکار تھے، انہوں نے جب فاتح افواج کا سلوک دیکھا تو وہ ان کے گرد پیرہ ہو گئے اور انہوں نے درخواست کی ہے کہ آپ لوگ یہاں حاکم کی حیثیت سے قیام کریں۔ حالات نے محمد بن قاسم کو سندھ میں قیام نہ کرنے دیا، ایسا کہ جو نقوش انہوں نے قلیل وقفے میں چھوڑ دیے تھے وہ کبھی مٹائے نہ جاسکے۔ سلطان محمد غوری اور سلطان محمود غزنوی کے حملوں نے لوہیت میں اضافہ ضرور کیا لیکن ان کی بہادر افواج دلوں کو فتح نہ کر سکیں۔ سلطان شہاب الدین محمد غوری دہلی پر حملہ کرنے کے بعد واپس اپنے دارالحکومت غزنی جا رہے تھے تو انہیں دردِ خیر میں ایک نوجوان مرد مومن، خدا آگاہ، درویش نظر آئے جو سینے پر قرآن کریم حائل کئے ہوئے سہمہ نعل میں دبائے ہوئے سفر نظر آئے۔

سلطان محمد غوری نے پوچھا: نوجوان کدھر کا قصد ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہندوستان! محمد غوری نے کہا کہ دہلی اکیلے جانا مناسب نہیں ہے۔ میں اتنی فوجوں کے ساتھ مسلسل حملے کر رہا ہوں لیکن ابھی مقصد میں کامیاب نہیں ہوا۔

نوجوان مسافر نے کہا کہ محمد غوری تم جس چیز کو فتح کرنا چاہتے ہو اس کے لئے تمہیں فوج اور ساز و سامان کی ضرورت ہے، لیکن میں جس شے کو فتح کرنے جا رہا ہوں اس کے لئے قرآن کریم کافی ہے۔ دردِ خیر سے ہندوستان شریف لانے والے یہ نوجوان بسدی میں

سلطان ہند خواجہ معین الدین چشتی جمہوری کے نام سے مشہور ہوئے
 خواجہ عثمان بار دلی کے خلیفہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
 کے حکم پر ہندوستان اشاعت اسلام کے لئے تشریف لائے، انہوں
 نے اپنی سیرت کی روشنی سے کفرستان میں نور ایمان پھیلا دیا۔
 خواجہ بزرگ کے علاوہ شاہ ہمنان مخدوم سید جہانگیر اشرف
 سلطان محمود غزنوی کے بھانجے سید سالار مسعود غازی، حضرت
 خاص رومی شیخ سارنگ اور مدرسہ اکابرین اولیاء اللہ نے
 ہندوستان آکر نصرت دین متین کے لئے اپنی حیات بھارکہ کو
 مثالی شکل میں پیش کیا۔ اگر ہندوستان میں اولیائے کرام اور
 صوفیائے عظام کی تحریکیں کامیاب نہ ہوتیں تو آج ہندوستان
 میں اسلام کو یہ عظمت حاصل نہ ہوتی، حضرت مختیار کاکی، بابا فرید الدین
 گنج شکر، علامہ الدین صابر کلیری، حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت
 تاج الدین ناگپوری، حضرت سلطان باہو، حضرت زکریا ملتان، حضرت
 شیخ سلیم چشتی، حضرت قطب مدار، حضرت شاہ منیا، حضرت فضل الرحمن
 جیسے اولیائے کاملین نے ہندوستان کو رشد و ہدایت کا راستہ
 دکھایا ہے۔

طریقہ تبلیغ

موسم، آب و ہوا، مرض کی نوعیت اور مریض کی فطرت اور حیثیت

کے مطابق علاج تجویز کیا جاتا ہے، ایک ہی بیماری میں ہوشمند علاج
الگ الگ دوائیں اور برسر تجویز کرتے ہیں، علم طب سے نا آشنا
کوئی شخص بھی اس بات پر آسانی سے معروض ہو سکتا ہے کہ اس
بیماری کا علاج ایک شخص کو کچھ بتایا اور دوسرے کو کچھ اور۔

شدید بخار کی حالت میں برف مریض کے لئے نقصان دہ چیز ہے
لیکن دہی برف تحصیل میں رکھ کر مریض کے ماتھے پر رکھی جاتی ہے
تاکہ بخار کی شدت سے دماغ کی رگیں نہ پھٹنے پائیں اور مریض کی
جان بچ سکے، برف کے داخلی اور خارجی استعمال سے اور اس کی
خوشبوں اور خامیوں سے دہی شخص واقف ہو سکتا ہے، جس نے
اس علم کو حاصل کیا ہے، اگر ہر موقع پر برف سر پر رکھ دی جائے
تو دہی کا مگرہ پہنچانے والا پس نقصان دہ ثابت ہوگی۔

ہندوستان اپنی مخصوص آب و ہوا، رسم رواج، عقائد
و نظریات اور معاشرے کی تقسیم کے لئے امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔
اس سرزمین پر صدیوں سے علم و فن کے چراغ روشن ہیں، روحانیت
اور عبادت و ریاضت کے لئے ہر ملک اپنی جگہ خود ایک سرزمین عقیدت
رہا ہے اس لئے ہندوستان میں کسی نئے مذہب اور متفاد نظریات
کو پھیلانا اور ان کو تسلیم کرانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔

جانشینانِ مصطفیٰ یعنی ادیانِ اللہ نے ہندوستان کے مزاج
کے اعتبار سے طریقہ تبلیغ اختیار کیا۔ خانقاہی نظام قائم کیا

تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا، ذکر اور فکر کی محفلیں منعقد کیں بیعت اور خلافت کے تسلسل کو قائم کیا، صدیوں کی انتھک جانفشانی کے بعد ہندوستان اسلام کا دوسرا سب سے بڑا افرادی ملک بن سکا ہے اولیاء اللہ کی مشن کی کامیابی نے علماء کے لئے راستہ ہموار کیا ہے اور شریعت پر عمل دہندگان کا فرض انجام دیا جاسکا ہے، شریعت اور طریقت کے تعاون اور توازن سے عشق الہی اور مودت محبوب رب کے ایسے مددگار پھول کھلے ہیں جن سے علم و عرفان اور ایمان کے گلشن بہک رہے ہیں۔

علمائے ربانی میں علامت حضرت، عظیم البرکت مولانا احمد رضا خان صاحب، افضل بریلوی، حضرت مولانا نسیم الدین مراد آبادی، حضرت مولانا سید محمد ہادی ست رسول قادری لکھنوی، حضرت مولانا عبدالحی صاحب، محدث دہلوی، حضرت مولانا سید محمد کھوجھوی، حضرت مولانا عبدالعزیز مبارکیور، حضرت مولانا حسنت علی خان صاحب کھلی بیعت علمائے فرنگی محل لکھنؤ، خاندانہ ماہرہ شریف اودان سے مشتق مراکز میں شریعت و طریقت اور عشق و محبت کی وہ نورانی شمعیں آج بھی روشن ہیں جن سے کائنات علم و عرفان تابندہ ہے۔

بزرگان دین اور ادیبانے کا طین کے اسی گلدے سے ٹکے ایک تروتازہ اور سدا بہار گلاب کے نام سیدنا مرشدنا حاجی حافظ وارث علی شاہ ہیں جن کی کہنت سے ختام جہاں اور روح ایمان

سطر ہے۔

جن کا ذکر رحمت سرزمین طبر سے
بخش و عنایت کا ہیں وہ سلسلہ وارث (جیادارٹی)

حاجی وارث علی شاہ

ساری دنیا آج تک ہرق مدیائے جمال
میں گزریں کہ چمکا تھا ستارہ نور کا۔

مرشد کامل حضرت سیدنا حاجی وارث علی شاہ کے جدِ اعلیٰ
سید شرف الدین ابوطالب نیشاپور سے ترک وطن کر کے ہندوستان

تشریف لائے اور کنیز ضلع بارہ بکھی میں قیام فرمایا۔
آپ صحیح النسب، سادات کاظمی ہیں، آپ کا نسب سلسلہ

مولائے کائنات حضرت سیدنا علی مرتضیٰ تک پہنچتا ہے۔
آپ کے والدِ اعظم حضرت سید قریب علی شاہ ہیں اور والدہ محترمہ

کا اسم گرامی سیدہ بی بی سکینہ عسکریہ زہرا زہرا بی صاحبہ ہے۔

انہیں بزرگ محترم والدین کے دامن شفقت میں ایسے سید
و عظیم بچے کی پرورش ہوئی جس کی توجہ سے بیسار لوگوں کو صراطِ مستقیم
اور رابطہ رب کریم حاصل ہوا۔

نسبی شجرہ طیبہ

نبوتوں، خلافتوں، ولایتوں کا سلسلہ
یہ سلسلہ مصطفیٰ کی عظمتوں کا سلسلہ

- ۱۔ مقصد حیات و کائنات، سرگزشت جہاں حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
- ۲۔ خاتونِ جنت فاطمہ زہراؑ
- ۳۔ مولائے کائنات علی مرتضیٰؑ
- ۴۔ سیدنا امام حسین شہیدِ کربلاؑ
- ۵۔ سیدنا امام زین العابدینؑ
- ۶۔ سیدنا امام باقرؑ
- ۷۔ سیدنا امام جعفر صادقؑ
- ۸۔ سیدنا موسیٰ کاظمؑ
- ۹۔ سیدنا قاسم حمزہؑ
- ۱۰۔ سیدنا علی رضاؑ
- ۱۱۔ سیدنا محمد ہدیٰؑ
- ۱۲۔ سید محمد جعفرؑ
- ۱۳۔ سید ابو محمد شاہؑ
- ۱۴۔ سید علی عسکریؑ
- ۱۵۔ سید ابو القاسمؑ
- ۱۶۔ سید محروق شاہؑ
- ۱۷۔ سید اشرف ابی طالبؑ
- ۱۸۔ سید عزیز الدینؑ
- ۱۹۔ سید علامہ الدین اعلیٰ بزرگؑ
- ۲۰۔ سید عبداللہ شاہؑ
- ۲۱۔ سید عبدالواحد شاہؑ
- ۲۲۔ سید عمر شاہؑ
- ۲۳۔ سید زین العابدین شاہؑ
- ۲۴۔ سید عمر نور شاہؑ
- ۲۵۔ سید عبدالاحد شاہؑ
- ۲۶۔ سید میران سید احمد شاہؑ
- ۲۷۔ سید کرم اللہ شاہؑ
- ۲۸۔ سید کرامت علی شاہؑ
- ۲۹۔ سید عالم قربان علی شاہؑ
- ۳۰۔ سیدنا کاظمی دارشاہ علی شاہؑ

آپ کی ولادت باسعادت سے قبل اس وقت کے ادیبانے
 کا ملین اور بزرگان صادقین نے آپ کی تشریف آوری کی
 بشارت دی ہے اور تشنگانِ مفتی کی رہنمائی کی ہے کہ انکے
 فیض بے پایاں سے دامن مراد کو بھریں اور سعادتِ عظمیٰ حاصل
 کریں، آپ کے جدِ محمد میران سید احمد شاہ جو خدا رسیدہ اور
 حق آگاہ بزرگ تھے، ایک روز اجاب کے ساتھ ایک تالاب
 کے کنارے ذکرِ حق میں مصروف تھے کہ ایک درویش کا ادھر سے
 گزر ہوا اس عارف باللہ نے آپ کی طرف دیکھ کر کہا، خدائے
 پاک دہر تر نے آپ کی پیشانی کو اس نور سے مزین کیا اور دنیا
 کو اس نور سے روشن کیا آپ کو بشارت کے طور پر مبارک ہو،
 درویش کے جواب میں سید میران شاہ نے فرمایا، حق تعالیٰ
 مجھے ایک فرزند عطا فرمائے گا، جو میری پشت میں ظاہر ہوگا۔

حضرت میران سید احمد شاہ کا سن ولادت ۱۰۸۰ھ ہے
 حضرت شاہِ بنات اللہ ساکن قصبہ کرسی ضلع بارہ بکریہ
 حضرت شاہ خادم علی دیوبند شریف کی طرف سینہ کھول کر فرماتے تھے کہ
 "اس آفتاب کی روشنی سے سینہ بھرتا ہوں جو اب برآمد ہوا چاہتا ہے
 ان کے علاوہ بے شمار بندگانِ خدا رسیدہ کی بشارتیں اس جانب
 اشاریہ تھیں کہ سرکارِ وارثِ پاک کو رشد و ہدایت اور دینِ مصطفیٰ
 کی سر بلندی و حمایت کے لئے پروردگارِ عالم نے روزِ ازل ہی منتخب

کر لیا تھا، اور آپ کی ولایت مبارک کسی نہیں بلکہ نبی ہے۔
 آخر زمانہ انتظار ختم ہوا، میکشانِ طریقت اور مطالبانِ حقیقت
 کی خوش بختی کا ستارہ عروج پر آیا۔

گلزارِ حقیقت اور رحمنِ ولایت میں ایک تردتازہ خوش رنگ
 نور و نکمت سے ہم آہنگ نگلاب کھلا، روئے کائنات اور عارضِ حیات
 شگفتگی اور شادابی سے ہمکنار ہوا، محفلِ انسانیت اور ثبتِ ن فطرت
 چراغاں سے زر نگار ہوا۔ شادمانی اور کامرانی نے نغمہ تہنیت
 سنائے، فضا حمد و نعت کے ترانوں سے گونج اٹھی کہ خدا کے پیغام
 اور رحمت کو نبی کی سیرت کا ترجمان تشریف لایا۔

رمضان المبارک کا مقدس، متبرک اور پاکیزہ مہینہ، سعید
 و مبارک ۱۱ تاریخ ۱۲۳۵ھ کو اپنے سرزمینِ دیوہ ضلع بارہ بگی کو آمد
 سے نوازا۔

حاجی وارث علی شاہؒ نے پورے رمضان المبارک کے مہینے میں
 دن کے وقت شیر مادرِ نوش نہیں فرمایا، اس طرح آغوشِ مادری
 میں اپنے اپنی ولایت اور دنیائے طریقت میں شہنشاہیت کا اعلان
 فرما دیا تھا، اس اعلان کی تائید میں آپ کی والدہ منظرِ ہمیشہ باد صبر
 ہو کر آپ کو دودھ پلائی تھیں۔

بچپن

حاجی وارث علی شاہ کی حیات مبارکہ کا مگر گوشہ اتباع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھنگا رہا ہے، آپ کم عمری میں بھی دوسرے عام بچوں کی طرح کھیل کود میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے تھے اور فطری رجحان عبادت کی جان تھا۔ آپ اپنے تمام ہم عمر اہم عنصر بچوں سے ممتاز اور سربلند نظر آتے تھے، آپ کی ولایت بچپن ہی میں ظاہر ہو چکی تھی، سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نسبت بھی قائم رہی کہ آپ کے والدین کا وصال آپ کی کم عمری میں ہو گیا تھا، آپ کی پرورش اور نگہداشت کی ذمہ داریاں آپ کی دادی صاحبہ نے سنبھالیں۔

پانچ سال کی عمر میں تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا اور سات سال کی کم عمر میں آپ نے قرآن پاک حفظ کر لیا آپ کے معلم بھی آپ کی خداداد صلاحیت سے متحیر تھے۔ آپ اپنے ہم مکتب اور ہم عنصر بچوں کو عشق خداوندی کی تعلیم دیتے، جو دینا اور لطف و عطا کا سلسلہ بھی اسی عمر سے جاری ہو گیا تھا، بچوں کو شیرینی تقسیم کرنے اور سوال کرنے والے کو بھی خالی ہاتھ واپس نہ جانے دیتے۔

آسا کٹر آبادی سے باہر نکل جاتے تھے اسی لئے آپ کی دادی جیسا نے آپ کو ایک بار کوٹھری میں بند کر کے باہر سے کھجی لگا دی، تاکہ

آپ باہر نہ نکل سکیں، کچھ دیر سے بعد جب کوٹھری کھولی گئی، تو آپ وہاں موجود نہ تھے، تلاش کے بعد آپ ایک باغ میں ملے اس دن سے دادی محسنہ نے آپ پر کوئی پابندی عائد نہیں کی، اسی طرح ایک بار آپ گھاؤں کے باہر گھوم رہے تھے کہ ایک جھیر یا سامنے آگیا، آپ نے اس کے کان پکڑ لیے۔

دور سے ایک کاشتکار چلا آیا کہ محسن میاں یہ جھیر یا ہے۔ آپ نے اس کے کان چھوڑ دیئے، جھیر یا قدموں کو چوم کر واپس چلا گیا، سرکار نے فرمایا، جو خدا پر بھروسہ کرتا ہے اسے کوئی نقصان نہیں پہونچا سکتا، سرکار وارث پاک نے اپنے اس قول پر ساری زندگی عمل کر کے قول و عمل کا عملی مظاہرہ فرمایا ہے۔

رادی صاحب کے وصال کے بعد آپ اپنے حقیقی بہنوئی اور دلی کامل حضرت حاجی خادم علی شاہ کے ہمراہ لکھنؤ تشریف لے آئے لکھنؤ میں بھی تعلیمی مشاغل جاری رہے، آپ کی ظاہری ادب باطنی تعلیم میں حضرت سید خادم علی شاہ کا اہم حصہ ہے۔

حضرت خادم علی شاہؒ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے ارشد تلامذہ میں شمار کئے جاتے تھے، ان کے علاوہ حضرت بلند شاہؒ سے بھی چند کتابیں حاجی صاحب نے پڑھی ہیں۔

آپ نے بارہ سال کی عمر شریف میں علوم ظاہری کا ویرقان پر مکمل دسترس حاصل کر لی تھی۔

بیعت و خلافت

حصول علم ظاہری کے بعد آپ گوشت نشینی پسند فرمانے لگے تھے، اکثر آبادی سے دور نکل جاتے اور عبادت و ریاضت اور مجاہد نفس میں مصروف رہتے۔

حضرت خادم علی شاہؒ نے آپ کے مشاغل کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ کو سلسلہ قادریہ میں داخل کر کے بیعت سے نوازا اور خلافت سے بھی سرفراز کیا حضرت خادم علی شاہؒ نے ۱۱ صفر المظفر ۱۲۵۳ھ کو اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف سفر اختیار فرمایا، آپ کے وصال کے بعد تیسرے دن ۱۲ صفر ۱۲۵۳ھ کو فاتحہ کے بعد خلافت کا سوال پیدا ہوا حاجی غلام حسین صاحب سیدنا خادم علی شاہؒ سے اپنی نسبت اور قربت کی بنا پر خود اپنے آپ کو اس منصب و فضیلت کا مستحق سمجھتے تھے اس کا اظہار بھی کرتے تھے، مولوی مناجان صاحب ایک خوبصورت کشتی میں دستار رکھ کے جلے میں آئے اور کہا کہ جسکو اس دستار کا اہل اور حقدار سمجھا جائے اس سعادت سے اسی کو نوازا جائے۔ محفل میں بحث ہونے لگی، اس وقت سید سعادت علی بن سید محقق بن حضرت غوث گویاری اپنی جگہ سے اٹھے، اور مرشدی حاجی وارث علی شاہ کا دست اقدس اپنے ہاتھ میں لیکر

کہا: ”میرے نزدیک اس مرتبہ جلیلہ اور سادت غلطی پر فائز ہونے کے سب سے زیادہ اہل اقد حق یہی ہیں۔“

حضرت مولانا عارف باللہؒ، مولانا محمد اکبر شاہؒ اور مولانا امجد علی نے تائید کی، حاضرین نے تسلیم خم کر دیا اقد حق برحق دار رسید کے مصداق وہ دستار فضیلت سرکار دار خٹے قبول کی اسی تقریب میں سرکار کے ایکسٹنشن مکتبہ اور رفیق شیخ غلام علی عرف گھیلے میاں رئیس دیوہ بھی اپنے والد کے ہمراہ شریک تھے دستار بندی کے بعد آپ اپنے سرکار سے کہا کہ باب کھانے کو جی چاہتا ہے سرکار نے چار پیسے کے کباب لئے اور دوست کی خواہش پوری کر دی، کباب دالے نے پیسے مانگے، آپ نے فرمایا: پیسے تو نہیں ہیں۔ اس نے کہا: مواءض میں دستار دیدیجئے، آپ نے نہایت قیمتی دستار جان محمد کی محی ساکن باورچی ٹولہ لکھنؤ کو عنایت فرمادی، وہ اس نعمت عظیم اور سایہ کریم پاکر خوش ہوا، یہ دستار مبارک اس خاندان میں ان کے صاحبزادے سلطان محمد کے پاس ۱۸۸۰ء تک محفوظ رہی بعد میں کسی عقیدت مند نے کافی روپیہ دے کر حاصل کر لی۔

وارث عالم پناہ کے دل میں متاع زرد و جواہر، دولت دنیا دی کی جانب سے رخصتی اور لا تعلقی عہد طفولیت سے تھی۔ حضرت وارث پاک نے ۴۴ سال کی عمر شریف سے بیعت و ہدایت

کا سلسلہ جاری فرمادیا تھا، حافظ گلاب شاہ ربانیؒ اکبر آبادی
مولوی وزیر علیؒ، مرزا محمد بیگ شیدا یاں شیخ احمد علیؒ اور بیٹا
لوگ اسی کم عمری میں سرکار سے دامن کرم سے وابستہ ہوئے اور
منزل مراد کو پہنچے

زیارتِ حرمین

جب آگیا ہے تصور میں کب سے ایسا
خیال ذہن سے احسرام باندھ کر نکلا

پندرہ سال کی عمر میں آپ نے حج بیت اللہ اور زیارتِ روضہ
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ ظاہر فرمایا، جب آپ کے روبرو
مدینہ منورہ کا تذکرہ آتا تو آپ بے خود دوسر شام ہو جاتے سرکارِ دار
الربیع الثانی ۱۲۵۳ھ کو اپنے جد علی کی بارگاہِ عالی میں حاضری
کے لئے عازم سفر ہوئے، مختلف مقامات پر قیام کرتے ہوئے دربار
سلطان الہند حضرت خواجہ حسین الدین چشتی اجمیری میں پہنچے، زمانہ
عرس تھا آستانہ مبارک کا طواف کیا، فاتحہ خوانی کے بعد محفل
سماع میں تشریف لے گئے، محفل سماع میں جو کیفیت طاری ہوئی۔
اسکی وجہ سے پوری محفل سرشارِ دے ہوئی، پورے اجمیر میں آپ کا

ذکر پھیل گیا، بہت سے طالبانِ طریقت نے شرفِ داعیگی حاصل کی
 اجیر شریف سے مختلف قطعات پر ہوتے ہوئے بمبئی تشریف لے
 گئے، پندرہ دن قیام فرمانے کے بعد ایک نامور تاجر سیٹھ یعقوب
 صاحب، یوسف زکریا صاحب کو بیت سے مشرف کیا، بمبئی سے
 جہاز میں سوار ہو کر عازمِ جدہ ہوئے۔

راستے میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا، چونکہ سرکارِ توحید اللہ
 کی مکمل تفسیر تھی، اس لئے اپنے ہمراہ خورد و نوش یا مال و اسباب
 نہیں رکھتے تھے، اسی لئے اکثر کئی کئی دن بغیر غذا کے گزر جاتے تھے
 اور آپ روزے پر روزہ رکھ لیتے تھے، سفر کے درمیان آپ نے سات
 روز تک پانی کے علاوہ کچھ نوش نہیں فرمایا، جہاز چلتے چلتے ایک دم
 رک گیا کوششوں کے باوجود آگے نہیں بڑھ سکا، اسی جہاز میں
 ایک دیندار صالح تاجر محمد ضیاء الدین بھی عازمِ حج تھے، ان کا
 بخت خفہ بیدار ہوا، اور ستلہ اقبال بلندی پر آیا انہوں نے
 عالم خواب میں تجر صادق رحمت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا
 آپ نے ارشاد فرمایا: "لوکھاتا ہے اور تیرا پڑوسی بھوکا ہے"

خواب سے بیدار ہو کر ضیاء الدین صاحب نے تمام لوگوں کی
 دعوت کا اہتمام کیا اس کے بعد یہ دیکھنے کے لئے کہ کوئی مسافر
 باقی تو نہیں رہ گیا، جہاز میں گھومنا شروع کیا، ایک جگہ انہیں
 دارثِ پاک کی زیارت ہوئی، آپ عبادت و مجاہدہ میں مصروف تھے

ضیاء الدین دوڑ کر قدموں پر گر پڑے اور کھانا تناول فرمانے کی درخواست کی آپ نے چند لمبے تناؤل کئے تو جہاز منزل کی جانب گامزن ہو گیا۔

جس وقت جہاز یمن کے ساحل پر پہونچا تو آپ جہاز سے اتر گئے اور نادیدہ عاشق رسول اور صحابی مقبول حضرت ادریس قرنی رضی اللہ عنہ کے مزار کی جانب یا پیادہ روانہ ہو گئے، اس کے بعد پیدل ہی جدہ پہونچے۔ ۹ شعبان المعظم ۵۴۲ ہجری کو حاجی صاحب مدود بیت اللہ میں باریاب ہوئے اور تین ماہ قیام کر کے حج کے فرائض سے سبکدوش ہوئے، پھر بارگاہ سرکار ابد قرار محبوب پروردگار سید ابرار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری دی۔ تین ماہ مدینہ منورہ میں قیام فرمایا، قائم دو جہان سے اجازت مرحمت ہونے کے بعد نجف اشرف کربلائے معلیٰ مشہد بغداد ہوتے ہوئے اور بزرگان سلف سے فیوض و برکات حاصل کرتے ہوئے دوبارہ دیار رحمت واپس آ گئے اور دوبارہ حج کی سعادت حاصل کی۔

سرکار وارث پاک نے کتنے حج کئے ہیں ان کی تعداد میں اختلاف رائے ہے بعض بزرگوں نے سترہ اور بعض نے بارہ بیان کئے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب، سرکار نے خود اس سلسلے میں سکوت اختیار فرمایا ہے۔

سرکار کے فیضانِ کرم سے صرف ہندوستان ہی نہیں
 فیضیاب ہوا ہے بلکہ ایشیاء کے علاوہ یورپ اور دوسرے براعظم
 بھی آپ کی ذات سے مشرف ہوئے ہیں، آپ نے ۱۲ سال مسلسل سفر
 فرمایا ہے اور دنیا کے بیشتر ممالک کو دعوت و خدائیت رسالت
 پیش کی ہے، اس سیاحت کے درمیان ترکی کے سلطان عبدالحمید
 بھی سرکار کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور بیشتر ترکوں
 نے فخر و ابستگی حاصل کیا، جرمن اور فرانس میں بھی سرکار کا سلسلہ
 جاری ہوا، اکثر سیاحوں نے بیان کیا ہے کہ دور دراز مقامات
 اور مشکل گداز جھگلوں اور پہاڑوں میں بھی احرام پوش و ارثی فقیر
 نظر آتے ہیں مکہ منظم سے مدینہ منورہ کی جانب سفر کے درمیان یہ قہر
 پیش آیا کہ راستے میں ایک بزرگ نظر آئے اور آپ سے معاف کیا
 پھر زانوئے مبارک پر سر رکھ کر داصل حق ہو گئے اور جو امانتیں انکے
 پاس تھیں انہیں سونپ کر اپنے فرض سے سبکدوش ہو گئے۔

اپنے سیدل اور مختلف ذرائع سے اتنا سفر کیا ہے کہ اس کی
 تفصیلات کا تسلیم ناممکن ہے پھر آپ نے زیادہ تر واقعات کو صیغہ راز میں
 رکھا ہے آپ شہتِ ابد و نمائش سے ہمیشہ بیزاری کا اظہار فرماتے
 ارشادِ گرامی ہے عشقِ نمائش سے بالاتر ہے، اس کیلئے کس
 ساز و سامان کی ضرورت نہیں "

اسی لئے آپ کے سفر کی تفصیلات سے لوگ لاعلم رہے، چونکہ عشق

اور مشک کو پوشیدہ رکھنا ممکن نہیں ہے، اس لئے مخلوق خدا
خود ہی متوجہ ہو جاتی ہے، اور حسب توفیق الہی ہدایت و معرفت
حاصل کرتی ہے

کرامات ہدایت

ان کے قبضے میں نظام گردش ایام ہے
وہ سحر کہہ دیں سحر ہے شام کہہ دیں صبح ہے
حیات و آخرت

ایمانی اور اسلامی نقطہ نظر سے اتباع شریعت پیروی سنت
سب سے بڑی کرامت ہے، سرکارِ وارثِ پاکؐ کی پوری حیات مبارکہ
اور اس کا ایک ایک لمحہ دین محمدیؐ اور پیغامِ ابدی کی تبلیغ و اشاعت
میں بسر ہوا ہے۔ آپؐ کی نگاہِ رحمت اور نیکو محبت و شفقت نے
ان گنت لوگوں کو دامنِ اسلام سے وابستگی کا شرف بخشا ہے، اور
بھٹکنے والے لوگوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کیا ہے، اخوت و محبت
کی ایسی فضا قائم کی ہے جس سے مشکوک و شبہات اور نفرت
و کدورت کے جذبات ختم ہو سکے ہیں، پروردگارِ عالم نے اپنے پیغمبروں
اور رسولوں کو معجزات کی صفت منفرد سے اس لئے نوازا ہے تاکہ

عقلی دلیل مانگنے والے شعوری سلج پر حیرت زدہ ہو سکیں اور ان کے سامنے انکار کا کوئی راستہ نہ ہو۔

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد سلسلہ نبوت و رسالت ختم ہوا، معجزہ چونکہ صفت انبیاء ہے اس لئے امت محمدیہ کے امتیاز اور اعزاز کے لئے ادلیاء اللہ کو کرامات سے فیضیاب کیا گیا تاکہ مادہ پرست لوگوں کو ان کے شکوک کا جواب دیا جاسکے اور اس خبر سے عقل انسانی عاجز ہے۔

معجزات اور کرامات بیان کرنے کا واحد مقصد یہی ہے کہ ان مادرائے عقل و انقیاد سے خرد مندوں کو ثبوت حق فراہم کیا جائے اور وہ بھی صراطِ مستقیم اختیار کر سکیں۔

مرشد برحق کی کرامات اور عنایات کا تذکرہ کرنے سے پہلے میں خود اپنا ذاتی واقعہ بیان کر رہا ہوں۔

۱۹۵۱ء کا واقعہ ہے میں معاشی طور پر پریشان ہو کر ملکہ چھوڑنا چاہتا تھا، پاسپورٹ وغیرہ تیار کر کے اپنی رفیق حیات زبیدہ شبنم کے ہمراہ آستانہ عالیہ پر سلام کرنے اور رخصت لینے کی غرض سے گیا۔ فاتحہ پڑھتے پڑھتے رقت طاری ہو گئی، میں نے عرفین کی حضور محبوبؐ اہل ہندوستان چھوڑ رہا ہوں معلوم نہیں پھر حاضری کا شرف ملے یا نہ ملے، کاش یہیں کوئی انتظام ہو جاتا، حاضری دے کر آستانہ عالیہ سے باہر نکلا ہی تھا کہ السلام علیکم کی آواز سنائی دی، میں

جواب دیا، سلام کرنے والے صاحب نے اپنا متعارف کراتے ہوئے
کہا کہ مجھے معین الدین دارقی کہتے ہیں، فیروز آباد میں ایک مشاعرہ
میں بلا ناچا ہوتا ہوں۔

میں نے کہا کہ میں پاکستان جا رہا ہوں، انہوں نے حیرت
سے پوچھا کہ کیوں؟ جواب دیا۔ تلاش معاش کے لئے۔

معین صاحب بولے کہ اگر یہاں کوئی استقام ہو جائے تو
میں نے کہا کہ پھر دیا رجب تھوڑے کی ضرورت نہ کیا ہے
معین دارقی صاحب نے کچھ روپے نکال کر دیئے اور کہا کہ
بھابھی کو گھر پہنچا کر فیروز آباد پہنچ جاؤ اور دارقی اینڈ کوئٹہ کے
بندر کی حیثیت سے کام شروع کر دو، ان سے وعدہ کر کے پھر
آستانہ اقدس پر واپس آگیا اور اس قوری نواز شش کے لئے
قدم بوس ہو گیا۔

سرکار نے درخواست کو سند قبولیت دیکر فیروز آباد کی
نوٹری کا بہانہ بنا دیا وہ نوٹری میں ایک سال بھی نہ گزر سکا، لیکن
پھر کبھی ملک سے باہر جانے کا تصور نہیں پیدا ہوا، سرکار کے
بے پایاں انعامات نے شاہراہ حیات پر ہر دم رہنمائی اور کھل کر مائی
کی ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ سرکار کی توجہ اور چشم عنایت کو سرخرو ہونگا
رہ گلاز دنیا سے منزل قیادت تک
اے حیات لب پر بوس صدایا وارث

میں نے اس کتاب "حاجی وارث علی شاہ" کی ترتیب میں
 حیات وارث "مسکوة حقانیہ" ضیاء الوارث "سرکار وارث
 پاک اور خود اپنی کتاب "پیغام اتحاد" سے روشنی حاصل کی ہے۔
 مرشدی و سیدی حاجی وارث علی شاہ کی کرامات کا اگر
 تفصیلی تذکرہ کیا جائے تو اس کیلئے کئی جلدیں درکار ہوں گی۔
 اس لئے میں اختصار کے ساتھ چند کرامات کا تذکرہ کروں گا تاکہ
 سرکار کی حیات کا یہ رخ بھی روشن ہو سکے اور اس سے لوگ
 عرفان و فیضان حاصل کر سکیں۔

حضور ایک بار بلخ آباد ضلع لکھنؤ کے تعلقدار محمد احمد خان
 وارثی کے یہاں تشریف لے گئے، سرکار کے لئے عام طور پر یہ مشہور
 تھا کہ برہنہ پا چلنے کے بعد بھی سفید چاندنی پر پائے اقدس کے نشان
 نہیں بنتے ہیں، یہ بات محمد احمد خان وارثی اور ان کے گھر کی خواتین
 نے تجھی سن رکھی تھی، امتحان لینے کی غرض سے باہر پیغام بھجوایا
 کہ ہم لوگ بھی سرکار کی زیارت سے شاد کام ہونا چاہتے ہیں،
 خاتما صاحب نے سرکار میں عرض کیا کہ حضور بھیاں زیارت کی ہمت
 ہیں، آپ نے فرمایا ٹھیک ہے چلیں گے، خواتین نے قد اقسس کا
 انتظام کر دیا اور نہایت زرق برق چاندنی بھجوائی اور اسے
 میں پانی چھڑک دیا گیا سرکار تشریف لائے، نشست فرمانے کے
 بعد فرمایا دیکھو بھائی تمہاری چاندنی پر داغ تو نہیں لگا۔

خاندان صاحب نے عرض کیا حضور کیا معاملہ کیا ہے، آپ نے فرمایا
 رکھیاں امتحان لینا چاہتی تھیں، پھر مستورات سے مخاطب ہو کر فرمایا
 فقیروں کو آزماتے نہیں ہیں۔“

یہ واقعہ بھی صلح آباد کا ہے، سرکار بشیر احمد خان دارلحدیث دارالعلوم
 جو شہر صلح آبادی کے گھر میں مستورات کو بیعت سے مشرف کر رہے تھے
 دونوں کر آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے کہ پھوس اور آگ کر کجا نہیں
 کرنا چاہیے، لاکھ فقیروں ہو کر خوروں کو سامنے نہیں آنا چاہیے
 بیعت لینے کے بعد آئے ان دونوں ملازمین کو نزدیک بنایا
 اور ان سے فرمایا کہ تم لوگ پھوس اور آگ لے آؤ وہ دونوں -
 گھیر آئے لیکن تعمیل حکم کرتا ہی تھی اس لئے فوری طور پر پھوس اور
 آگ لے آئے یہ آگ لے کر کہا کہ اب آگ پھوس پر رکھو اور خوروں، لیکن
 پھوس نے کسی طرح آگ نہیں پکڑی تو حکم دیا زور سے پھونکو، وہ
 حیران اور پشیمان تھے، ارشاد ہوا کہ آگ بھی ہے اور پھوس بھی
 لیکن دونوں ایک دوسرے سے غیر متاثر ہیں، ان کی بدگمانی
 شہرندگی میں بدل گئی۔

ان دونوں کرامات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ
 رب العزت کے دلی اور غلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مادے
 کی ماہیت خاصیت، فطرت اور انفرادیت کو بدل دینے پر بھی
 قدرت رکھتے ہیں۔

سمجھڑا اور دھول کا سفید چاندنی پر اثر انداز نہ ہونا، مھوس اور آگ کا شعلے نہ بننا اس جانب کھلی ہوئی دلیل ہے کہ قادر مطلق نے اپنے نیک بندوں کو فطرت بدل دینے پر مقدس عنایت کی ہے۔
بدش کو تارہ دل، تنگ نظر اور تاریک دماغ لوگ غیر حقائق زمین کلام حق آشنائے وحدت قائم رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے سلیم و اختیار پر گفتگو کرتے ہیں، حالانکہ یہ اختیارات تو ان کے غلاموں کو حاصل ہیں۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا واقعہ جس سے عوام و خواص سب واقف ہیں کہ آپ نے مسجد نبوی میں جمعہ کا خطبہ دیتے وقت ارشاد فرمایا: اے ساریہ پہاڑ کے دامن میں، اس وقت حضرت ساریہ شام کے محاذ پر مصفرد جنگ تھے، منزلوں کا فاصلہ تھا، سید عمر فاروق نے مسجد نبوی میں بٹھے، ظاہر پرست یہ سوچ سکتے ہیں کہ طویل فاصلے کے باوجود آپ نے میدان جنگ کا نقشہ کیسے ملاحظہ فرمایا، اور کس طرح حضرت ساریہ کی رہنمائی فرمادی، پھر خلیفہ اسلامین نے جنگو خطاب فرمایا وہ مبارک آواز انہیں کسے گوش تک پہنچی اور دوسرے لوگ اس آواز کو نہ سن سکے، جب حضرت ساریہ واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو دوسرے صحابہ نے ان سے دریافت کیا کہ ایک جمعہ کو سیدنا امیر المومنین نے آپ کا نام لے کر کہا تھا یا ساریہ الجبل الجبل اس کا کیا راز ہے، حضرت ساریہ نے فرمایا کہ محاذ جنگ

یہ کفار کی فوجوں کا دباؤ بڑھ رہا تھا اور میں فکر مند تھا کہ اتنے میں
امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظمؓ کی آواز سنائی دی کہ پہاڑ کے
دامن میں، میں نے غازیان اسلام کو پہاڑ کے دامن میں جمع کر کے
پھر ملکہ کیا تو دشمن شکست کھا کر فرار ہوا۔

اس واقعہ میں وہ تمام چیزیں موجود ہیں، جسے غیب دانی
کہا جاسکتا ہے کیا سیدنا فاروق اعظمؓ کے اس تاریخی اور مستند واقعہ
سے کوئی صاحب ایمان انکار کر سکتا ہے۔

ذات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم عیار نگاہ ہے، اس
آنکھ حقیقی میں دیکھتے والے کو وہی عکس نظر آئے گا جو اس کی نگاہ
دیکھنا چاہے گی۔

نگاہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوگی تو حسن مکمل نظر
آئے گا اور کوتاہ بینی ابو حیل ہوگی تو اپنا جیسا بشر دکھائی دیگا
بہی وہ آنکھ ہے جس میں ہر نگاہ عیار موجود ہے۔

سرکارِ دارثِ یاک نے نہ جانے کتنے مادہ پرست اور
ظاہر پسند لوگوں کو صراطِ مستقیم دکھائی ہے۔

میرے ایک دوست شمشاد احمد خان کسٹ فریج آبادی جو
آزاد خیال اور مذہب سے لاتعلقی تھے، ایک دن وہ اپنے ایک
دوست کے ہمراہ دیوہ شریف کے مقصد سیر و تفریح تھا ان کے دوست
جب فاتح خوانی کے لئے آستانہ عالیہ جانے لگے تو یہ باہر رک گئے

دوست کے بلانے پر مجبور آ آ نہیں بھی جانا پڑا جس وقت یہ اندر داخل ہوئے تو ان پر عجب قسم کی ہیبت طاری ہوئی اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے شمس فرخ آبادی رادی میں کہ یہ تاثرات و احساسات میرے لئے بالکل نئے تھے اور یہ کیفیت میرے لئے بالکل انوکھی تھی، دل پہلی بار انجانی لذت اور کسک سے آشنا ہوا، میں نے عرض کیا، حضور میری بہن اور بہنوئی پاکستان میں ہیں اگر میری بہن ہندوستان ملاقات کے لئے آجائیں تو میں بھی حلقہ ارادت میں داخل ہو جاؤں، چونکہ میرے بہنوئی دفاعی سروس میں منسلک ہیں اس لئے یہ امر ناممکن تھا، میں اپنی درخواست پیش کر کے لکھنؤ واپس آ گیا دو سکرڈن سویرے قبلی گرام ملا کہ ہمیشہ آرہی ہیں امرتسر پہنچ جاؤ، یہ تار ملتے ہی بیاختہ میرے منہ سے نکل گیا "یادداشت" پیردوشن ضمیر کی توجہ اور کرم صرف مسلمانوں کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ ان کے آستانہ رحمت پر جس نے دست سوال دراز کیا اسے حسب طلب مل گیا ہے۔

مولانا افتقر موبائی داری رادی میں کہ ایک بار حافظ پیاریٹی اگرہ گئے، وہاں بھی انہوں نے نعرہ لگایا کہ "مزد ہے پیاری کا" تو ایک بددیش جو دوسرے سلسلے کے تھے کہنے لگے کہ ہو مزد ہے "پیاری کا" تو حافظ صاحب نے ڈانٹ کر کہا چپ رہو۔

دوسرے دن حافظ پیاری داری دیوہ شریف واپس چلے آئے

لیکن وہ درویش کوشش کے باوجود نہ بول سکے انکی قوت گویائی سلب ہو چکی تھی، انہوں نے سرکار وارث پاکؐ کو ایک خط لکھ کر حالات سے باخبر کر دیا، حافظ پیاریؒ جب سرکار کا ماحضر ہوئے تو سرکار نے وہ پوسٹ کارڈ نکال کر فرمایا کہ تمہارا معاملہ ہے۔

حافظ پیاریؒ نے عرض کیا کہ مزہ سے پیاریؒ کا کہیں، ان دیشیوں نے جیسے ہی مزہ سے پیاریؒ کا دہرائے کی کوشش کی گویائی واپس آگئی سرکار کے فیضِ کرم سے انکے غلاموں کو یہ مرتبہ اور قدرت حاصل ہے یہ واقعہ میرے محلے باغ انوار کا ہے، کہ ایک نوجوان ارشد علیؒ جسکی آنکھوں کی روکھی زائیل ہو گئی، دیکھنے میں لگتا تھا کہ آنکھیں بالکل ٹھیک ہیں، تمام بڑے ڈاکٹروں اور طبیبوں سے مشورہ کیا گیا سب معالج حیران تھے کہ آخر بینائی زائیل ہونے کا سبب کیا ہے، دعا، تعویذ اور علاج و معالجہ جاری تھا، گھر کے تمام افراد پریشان تھے۔ وہ نوجوان بھی بہت سی طرح خاموش بیٹھایا لیٹا رہتا تھا انکے بھائیوں کو جبکہ نام برکت علیؒ اور حیات علیؒ ہیں لوگوں نے مشورہ دیا کہ دیوہ شریف لے جاؤ۔

ارشد علیؒ جیسے ہی آستانہ عالیہ کے اندر داخل ہوا ایک دم چہینے لگا کہ مجھے دکھائی دے رہا ہے میں اب سب کچھ دیکھ رہا ہوں، اس واقعہ کی صداقت کے ہزاروں چشم دید گواہ ہیں، ارشد علیؒ آج بھی سودی عرب میں کام کر رہا ہے۔

ایک بار عید کے موقع پر بارش ہو رہی تھی، اہل قصبہ پریشان
تھے کہ نماز کیسے ادا ہوگی، حضورؐ سے عرض کیا گیا کہ آسمان کے چاروں
گوشوں پر نگاہ ڈالی اور بارش رک گئی، آپؐ کے صحن میں نماز عید ہوئی۔
اہل قصبہ کا دستور تھا کہ بعد نماز عید کنز المرفیٰ حضرت محمدؐ شاہ
سے مزار شریف پر حاضری دیتے تھے، مگر نماز عید کے بعد پھر جانوری شروع
ہو گئی تو لوگوں نے عرض کیا کہ حضورؐ بارش کی وجہ سے ہم لوگ بارش نہیں
دے سکتے، آپؐ فرمایا، اس بارش کی میعاد چار یوم ہے ہم کچھ نہیں
کر سکتے، نماز ہو چکی اب اور کیا مطلب؟ ہماری منزل رضا دہلیم ہے
کچھ کہنا سنا ہمارے مشرب میں قطعی حرام ہے، عید القادر عید
پھوٹے میاں سرکار کے چھپتے دوست تھے ان کو غصہ آگیا
کہا چا تو میرے پاس ہے یا تو پانی رکھو ایسے یا میں ابھی اسے کو قربان
کر دوں گا، سرکار کا روئے انور ٹٹھا اٹھا اور فرمایا اگر پانی رک جائے
تو پھر ہم سے کچھ نہ کہو گے، پھوٹے میاں نے کہا نہیں۔ پانی رک
گیا اور ایسی شدید گرمی پڑی کہ مضافہ بھیلنے لگا، پھوٹے میاں بھی مضافہ
کا شکار ہوئے، زندگی کی امید ختم ہو گئی تو رحیم شاہ دارائی نے پھوٹے میاں
کی علالت کا تذکرہ کیا، آپؐ فرمایا مشیت ایزدی سے لڑنا تھا
نہیں ہوتا، بھیا کر کہہ دو جب پانی برسے گا خود اچھے ہو جائیں گے
چنانچہ دوسرے دن بارش ہوئی اور پھوٹے میاں صحت مند ہو گئے

ایک بار دیوہ شریف سے لکھنؤ پایا دہ روانہ ہوئے، رحیم شاہ و آرتی ہمراہ تھے چنٹ کے قریب ایک عورت پانچ چھ سال کا بچہ گود میں لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا حضور اس بچے کو نہ جانے کیا مرض ہے اچھا کر دیجئے، آپ نے فرمایا ہم کیا جانیں، اس کو زمین پر پھینک دے، اس عورت نے بچے کو پھینک دیا، بچہ میٹ کے بل زمین پر گرا اور اسے قے شروع ہو گئی اسکے بدن بچے نے آنکھیں کھل دیں اور دوڑ کر قدموں سے لپٹ گیا، آپ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرے ہوئے کہا کہ اس کو ہم کو دیدو بارہ برس کے بعد دیوہ لے آنا اور رحیم شاہ سے فرمایا کہ تصدیق نے کام بنایا۔

بارہ سال کے بعد وہ مجذب ہو گیا۔ سرکار نے ملنگ شاہ خطاب عنایت کیا، کراچی میں انکا مزار ہے۔

ایک نہایت عجیب و غریب، واقعہ سردار علی صابری نے تحریر کیا ہے کہ غالباً ۱۹۲۱ء میں وہ لکھنؤ میں زیر تعلیم تھے اسی زمانہ میں انہیں ترکی سیکھنے کا شوق ہوا۔ چنانچہ استاد کی تلاش ہوئی تو معلوم ہوا کہ مولانا محمد کاظم علی ترکی زبان کے ماہر ہونے کے علاوہ ہفت زبان ہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ فارسی کے استاد ہیں لیکن نہایت خشک انسان ہیں، اسکول سے واپس آکر مکان کا دروازہ بند کر کے تنہا پڑے رہتے ہیں اور کسی سے ملنا جلنا پسند نہیں کرتے۔

سردار علی صابری انکے گھر گئے لیکن مولانا نے انہیں گھر میں

آنے کی اجازت نہیں دی اور یہ مجبوراً واپس آ گئے، لیکن انہوں نے ملاقات کی کوشش ترک نہیں کی اور جدوجہد میں لگے رہے دو ماہ کے بعد مولانا کے ایک دوست سے بتائی خط لے کر پھر انکے پاس آ گئے، اس بار مولانا نے نہایت اخلاق کا مظاہرہ کیا اور یہی سلسلہ شروع کیا، چند روز کے بعد وہ مولانا سے کافی بے تکلف ہو گئے۔

مولانا بظاہر جس قدر خشک اور سخت مزاج معلوم ہوتے تھے باطن میں اس سے کہیں زیادہ خوش مزاج اور نہں مکھ تھے، ہاں یہ ضرور تھا کہ باتیں کرتے کرتے اچانک کھو جاتے تھے اور چند سیکنڈ پہلے محویت طاری ہو جاتی تھی، مولانا کو حضرت دارت علی شاہؒ سے بے پناہ عقیدت تھی، نشست کے سامنے حاجی صاحب کی تصویر آویزاں تھی، محویت کے عالم میں ٹھکی پاندھے اسے دیکھتے رہتے، اٹھتے بیٹھتے یا دارت ورد زبان رہتا تھا اور اسکی آغوشوں سے جھوم جھوم کر حاجی صاحب کے واقعات سناتے تھے، ایک دن میں نے انے پوچھا کہ آپ خاندانی شیعہ ہیں پھر حاجی صاحب سے اتنی عقیدت کیوں ہے مولانا نے پہلے میری بات ٹالنے کی کوشش کی، لیکن میرے مسلسل اصرار پر انہوں نے تاثرات کے گہرے رنگ میں ڈوب کر اپنی آپ بیتی سنائی۔

مولانا کا تعلق لکھنؤ کے ایک باعزت علم دوست اور خوش حال گھرانے سے تھا، نئی جوانی میں جبکہ فارسی عربی اور دینیات کی تعلیم مکمل

کر چکے تھے ایک طوائف کے دام قریب اور حلقہ زلف میں اسیر ہو گئے۔
 بزرگوں سے ملا ہوا ترکہ ختم ہو گیا اور دھال بھوب بھر بھی حاصل
 نہ ہوا، تو عاتلوں اور ڈونے ٹوٹے، دالوں کے چکر میں پڑ کر باقی سرمایہ بھی
 گنوا دیا، لیکن پھر میں چونک پھر بھی نہ لگی، آتش عشق تیز ہو چکی تھی، لیکن
 مولانا اب تہی دست تھے، آخر انہوں نے جادو سیکھنے کا فیصلہ کیا۔
 اور اسکے لئے بنگال روانہ ہو گئے۔

مولانا لکھنؤ سے بنگال سے چمکانگ، آسام کے پہاڑی علاقوں
 میں سات سال تک سرگرداں رہے اور علم بھر حاصل کرتے رہے۔
 اس پر اسرارِ احوال میں انہوں نے انسانوں اور جانوروں کو مسح
 کرنے کی مہارت حاصل کر لی، لکھنؤ واپس آئے تو پورے جادوگر بن
 چکے تھے، تہاڑ کسی کلمہ بھی بھول چکے تھے، سب کچھ کھاتے پیئے حرام
 دھلال کا امتیاز ختم ہو گیا تھا، جب وہ کامیابی کا یقین لے کر
 وطن واپس آئے تو اس طوائف کا انتقال ہو چکا تھا، جس کے دھال
 کی تنائیں انہوں نے متاعِ دین و دنیا تباہ کر لی تھی، یہ خدمہ
 مولانا برداشت نہ کر سکے اور وہ دیوانوں کی طرح ادھر ادھر
 گھومتے رہے انکے ہاتھ میں ایک گندہ سا تمبیل رہتا، جس میں انکے
 جادو کا سامان رہتا، اسی طرح تین سال گزر گئے، ایک دن اسی
 عالم میں گھومتے پھرتے دیوہ شریف جا بکھے اور سیدنا حاجی ولد علی
 شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، مولانا کا بیان ہے کہ پہر کا

دقت تھا، حاجی صاحب دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کا حلقہ کئے ہوئے منبر پر مراقبہ کی حالت میں روتے افراد تھے، بغیر نظر اٹھائے ہوئے دریافت فرمایا کون ہے؟

مولانا نے جواب دیا میں جادوگر ہوں، سرکار وارث نے پوچھا کیسے جادوگر،

جواب دیا بہت بڑا جادوگر، حضور نے ارشاد فرمایا، خوب جادو جانتے ہو، عرض کیا جی ہاں اس وقت میری ٹکر کا کوئی جادوگر نہیں ہے ارشاد ہوا ہمیں بھی اپنا جادو دکھاؤ۔

مولانا کا بیان ہے کہ حویلی کے سامنے سے ایک بھینس گزری انہوں نے اسپر جا دو کیا، بھینس اچانک گری اور اس کے منہ خون جاری ہو گیا۔

حاجی صاحب قبلہؒ نے دیکھ کر فرمایا یہ تو بڑا ظلم ہے بڑا ظلم ہے اسے ٹھیک کر دو، ٹھیک کر دو۔ مولانا نے اپنا جادو واپس لیا اور بھینس بہت کمزور انداز میں اٹھ کر چلی گئی، حضرت وارث پاکؒ نے فرمایا کہ تم تو بڑے جادوگر ہو، اب مجھ پر جادو کر دو۔

کاظم صاحبؒ نے کہا حضرت دونوں گھٹنوں کا حلقہ بدستور قائم کئے ہوئے تھے، میں نے پہلی مرتبہ بائیں ہاتھ پر جو نیچے تھا، جادو کیا کچھ بھی اثر نہ ہوا، پھر دائیں ہاتھ پر نہ زیادہ سخت جادو کیا وہ بھی اثر نہ رہا، مختلف اعضاء پر جادو کیا نتیجہ ناکامی نکلا۔

عاجی صاحب کا یہی ارشاد تھا۔ تم کیسے جا دو گے، مجھ پر جادو نہیں کرتے، کاظم صاحب نے ہنسنے لگا اور قلب پر وار کیا، ان کا بیان ہے کہ عمل کرتے وقت ایک بجلی سی جھکی آنکھیں خیرہ ہو گئیں اور ایک انجانی ہیبت طاری ہو گئی، لیکن اب بھی آزمائش کا ایک وقت باقی تھا انہوں نے عرض کیا کہ حضور اب آنکھوں پر وار کرتا ہوں اجازت دیں، آپ نے فرمایا اجازت ہے اجازت ہے، مولانا کا بیان ہے کہ میں نے سخت ترین جادو کیا۔

حضرت وارث پاکؒ نے دونوں ہاتھ گھٹنوں سے ہٹائے اور چشم نیم باز سے میری طرف دیکھا اور فرمایا تم کیسے جادو کر رہو، حضرت سے لگا ہیں کیا چار ہوئیں کہ میری دنیا بدل گئی، میں نے سرکار وارث کی سرگئی آنکھوں میں وہ چیز دیکھی جو نہ بیان کر سکتا ہوں اور نہ تم سمجھ سکتے ہو۔

اس کے بعد سرکار کے قدموں میں گر گیا اور بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا، حضور نے میری پیٹھ پر دست مبارک پھیر کر دلاسا دیا اور قدموں سے اٹھا کر گاہ طیبہ الفین فرمایا، منہ کا وقت تھا ارشاد ہوا کہ جادو نہاد نماز پڑھو جادو بری چیز ہے، درد و شریف پڑھو، ایمان تباہ ہوئے ایک زمانہ گزر چکا تھا، لیکن سورتوں کی تلاوت یا نماز کے ارکان میں کوئی سو نہیں ہوا، بلکہ نماز میں وہ لطف آیا کہ دل آج بھی ترستا ہے، میں نے حاجی صاحب کے ہاتھوں پر بیعت کی۔

ادتائب ہو گیا اور سرکار کی توجہ سے جادو بھی بھول گیا سر دار علی صاحبؒ نے ہنس کر پوچھا کہ مولانا وہ بھی یاد آتی ہیں جکے لئے آپ نے یہ سب کیا مولانا نے جواب دیا سرکار وارث علی کی نگاہوں میں وہ دیکھ لیا ہے کہ اب کسی چیز کی حشر باقی نہیں۔

یہ واقعہ پڑھنے اور لکھنے کے بعد مجھے مولانا سید کاظم غسلی کی قسمت پر رشک آیا، کاش وہ آنکھیں میں بھی دیکھ سکتا جن آنکھوں نے حقیقت کائنات کا مشاہدہ کیا ہے۔

بیگم انعام حبیب اللہ صاحبؒ نے اپنا واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک دن میرے دل میں دیوہ شریف جانے کا خیال پیدا ہوا، اس علاقہ میں عزیز داری بھی، میں نے اپنی خواہش کا اظہار والدہ صاحبہ سے کیا۔ وہ مجھے اور میری بہن کو ہمراہ لے کر دیوہ شریف گئیں، اس وقت حشر وارث علی شاہؒ اپنے کمرے میں زمین پر استراحت فرما رہے تھے، ان کا چہرہ مبارک دیوار کی جانب تھا اور دروازے کی جانب پشت تھی، دالان کے سامنے غالباً داہنی کمرہ ڈٹ لیٹے تھے۔

آہٹ پا کر بغیر کمرہ ڈٹ لئے آپ نے میری والدہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تم بچوں کو ہاں کیوں لائی ہو، کاکوری میں بہت لوگ ہیں، جادو لڑکیاں اچھے گھر جائیں گی، پھر حاجی صاحب قبلہ نے فرمایا۔ ”دیر آید درست آید“ ہم لوگ واپس آ گئے۔

واقعہ یہ تھا کہ میری بہن کی نسبت میرے خالہ زاد بھائی سے طے

تھی، پردے کا بڑا لحاظ تھا، میری بہن سخت علیل تھیں، ڈاکٹروں نے
کہہ دیا تھا کہ شادی نہ ہوئی تو دق ہو جائے گی یہ بات خاندان میں
پھیلی تو لڑکے والوں نے انکار کر دیا جس وقت والدہ صاحبہ سرکار
کی رہائش گاہ میں داخل ہوئیں تو یہی سوچ رہی تھیں اور اسی کا جواب
حضرت وارث علی شاہؒ نے عنایت فرمادیا۔

اسکے بعد میری بہن کی شادی شاہد حسین تعلقدار سے ہوئی۔
بیگم صاحبہ نے یہ بھی بتایا کہ انہیں نماز عجمی صاحب قہلہ نے سکھائی
سرکار سیدن پور میں میسٹر گھر تشریف لائے تھے اور مجھ پر وقت آپ کو
گھیرے رہتے تھے۔

مرشد کامل سید وارث علی شاہؒ نے تبلیغ حق اور پیام آخرت
کی اشاعت کے لئے وہ طریقہ کار اختیار کیا کہ جس نے پیام اسلام
کو دوسروں تک پہنچایا، آپ نے ذات یرادری، مذہب و ملت
رنگ و نسل اور ملک و قوم کی تفریق کے بغیر ہر حاضر و بار کو توجہ
اور کرم کی دولت سے نوازا ہے، نفسیات کے ماہرین نے اسی نکتہ
کو سامنے رکھ کر مثال بنائی ہے ”تکم کی تاثیر اور صحبت کا اثر“
ضروری ہے، ایک مجلس پیش کر رہا ہوں پینیلی کا تیل نہایت
قدرت بخش اور مفید ہوتا ہے جبکہ پینیلی میں چکنائی ہوتی ہے نہیں
تیل کے تیل کو پینیلی کا تیل کہا جاتا ہے، بلب صفر ہم نشینی اور
قربت ہے۔

ایک پختہ کمرے میں تل اور چنبیلی کے پھولوں کو تھوڑا رکھ کر
کمرہ بند کر دیتے ہیں اور ایک خاص مدت کے بعد وہی تل
کو اوپر میں پیر کر تیل نکالا جاتا ہے، کچھ دنوں کی قربت دونوں کو کھٹائی
میں بدل دیتی ہے اور تل بھی چنبیلی کے نام سے ہبک اٹھتے ہیں،
یہی وجہ ہے کہ ادنیٰ کالین اور علم نفسیات کے ماہرین ہر قریب
و بردار ادنیٰ داعی کو اپنے قریب کا موقعہ دیتے ہیں تاکہ انکی صحبت
پاکیزہ سے روحانی اور انسانی اصلاح ممکن ہو سکے۔

سرکارِ وارثِ پاکؐ کے دوبار گہر میں اسی لئے کوئی امتیاز
نہیں تھا کہ ہر شخص اپنی حیثیت اور طلب کے مطابق ذریعہ حاصل
کر سکے، حضورؐ نے فرمایا ہے کہ ہمارے یہاں نجوسی، عیسائی سب

مذہب والے برابر ہیں، کوئی بُرا نہیں ہے سب کا
وارثِ پاکؐ نے نہ صرف قومی یکجہتی بلکہ عالمی یکجہتی کی عملی تحریک
شروع کی ہے جس سے آج کی کراہتی ہوئی انسانیت کو راحت مل
سکتی ہے اگر انکی سیرتِ مبارکہ کی رہنمائی میں گامزن ہے۔

شری رام کشورنگپتا ایڈوکیٹ بارہنچی جو سرکار کے عقیدتمند
ہیں اور جکے بزرگوں میں رائے صاحب، گربخش رائے صاحب
فقیر بخش نے سرکارِ ابد سے براہِ راست فیض حاصل کیا ہے
انکی لئے انہیں عقیدتِ حدیث میں حاصل ہوئی ہے، انہوں نے
اپنا واقعہ بیان کیا ہے کہ میرے پتاجی ہمیشہ قرآن کے درس کو لیا کرتے

لیکن انہیں بھڑے الجھن تھی اسلئے دور ہی سے دکھن کر لیتے ایک دن مجھے خیال آیا کہ وہ لوگ کتنے خوش نصیب ہیں جو مزار شریف کو چھو کر آئے ہیں، یہ سوچتے ہوئے سو گیا، سنے میں تھی نے کہا جادو دیدہ شریف ہو آؤ، میں نے کہا جب تک باجے کے ساتھ دھوم نہ مچاؤں سے چادر نہ لجاؤں، انہیں جادو لگا، مجھے جواب ملا، تم جادو تو، میں نے کہا کہ انہیں گھام کہاں سے کروں اور کبھی یا تو میری چادر سے پہلے کیسے پیش ہوگی، میں خواب ہی میں رونے لگا، اتنی زور سے رونا، کہ میری بیوی نے جگا دیا، میرا پورا خواب بیوی سے بیان کیا انہوں نے کہا ہو آؤ، دفتر آیا کام بھی کلم تھا تیواری کو ساتھ لیا اور دیوہ شریف پہنچ گیا۔

بادگاہ وارث کا ایک جلسہ ہو رہا تھا، سرکار کے لوگ جمع تھے، تھالیوں میں چادریں پھول مالا لیں کچی تھیں، ڈاکٹر رفیق وارثی نے مجھے بلایا، حاجی صاحب کے بیون پر چرچا ہو رہی تھی، اس کے بعد قرالی ہوئی، پھر خاص کے پرچہ در اٹھنی اور ایک بڑا تھال میرے سر پر رکھ دیا گیا، شہنشاہیاں بچ رہی تھیں قرالی سندھ ڈھنگ سے گارے تھے اور میں تھال سر پر رکھے سب کے آگے تھا، پولیس کا پہرہ تھا راستہ صاف ہوتا گیا، میں آگے بڑھتا گیا، اس طرح چاند لے ہوئے میں سب کے پیچھے آستانہ میں داخل ہوا اور سب اچھی چادر کی تمنا پوری ہو گئی۔

اس کے بعد پھر خواب میں کسی نے کہا، تمہاری دیکھی مراد پوری ہوئی، تم تو جانتے تھے یعنی نہ تھے جب پہونچے تو بڑے قریب سے پہونچ گئے، میں خواب میں چلایا کون ہو تم بتاؤ تو میں، تمہارے پیسے پکڑ کر ہمیشہ تم سے بات کرنا چاہتا ہوں، اتنے میں پھر میری بیوی نے جگا دیا، آج ساری دنیا میں رنگ و نسل زبان و دین، مذہب و ملت کے نام پر ہنگامے برپا کئے جا رہے ہیں اور قتل و غارت گری کا بازار گرم ہے، قضاے انسانیت، نفرت و کدورت سے گرد آلود ہو گئی ہے، پوری دنیا مختلف گروہوں، حلقوں میں تقسیم ہے ہر گروہ دوسرے کے خلاف سازشیں کر رہا ہے۔ ہر حلقہ دوسرے کو مٹانے کا کوئی موقعہ ضائع نہیں کرتا، ہر طرف خوف و ہراس، بدگمانی اور پریشانی کا عالم طاری ہے، ایسے تاریک وقت میں حضورِ وارثِ پاکؐ کے اقوالِ زریں اور سیرتِ مبارکہ کو مشعلِ راہ بنا کر منزلِ حیات حاصل کی جاسکتی ہے اور زلفِ کائنات میں شانہ رکشی کر کے گیسوئے ماحول کو سنوارا اور چہرہٴ حالات کو نکھارا جاسکتا ہے۔

جو چاہے آکے زلفِ مساکل سنوار لے

ہم ز تہدگی کو آئینہٴ خانہ بنائے ہیں۔

راجہ دوست محمد دارائی متعلقہ انہوں نے ضلع سلطان پور نے
 یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک بار میں بمبئی آگیا، وہاں مجھے بخار
 آگیا، میرے علاج کے لئے بمبئی کے مشہور ڈاکٹر بارون صاحب
 کو بلا یا گیا، انہوں نے مادیات کہہ کر میری نبض دیکھی مجھے ہنایت
 حیرت ہوئی کیونکہ ڈاکٹر بارون صومالیہ میں معلوم ہوتے تھے
 میں نے ان سے کہا کہ آپ عیسائی ہوتے ہوئے مادیات کہتے ہیں
 ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میں عیسائی نہیں ہوں بلکہ موسوی ہوں (ہودی)
 لیکن اب میں دارائی ہوں۔ ۱۸۸۷ء میں اجیر شریف کے
 جنرل اسپتال کا انچارج تھا، وہاں حاجی صاحب شریف لائے
 پہلے میں بعد میں میری بہن بیوی اور بچے سرکار سے وابستہ ہو گئے۔
 ۱۸۹۱ء میں سب کو لے کر دیوہ شریف حاضر ہوا وہاں حلیم ملّا
 نوکری چھوڑ کر غلّی خدا کی خدمت کرو، اسی وقت نوکری چھوڑ دی
 صبح و شام غریبوں کا مفت علاج کرتا ہوں، لیکن ہنایت
 اطمینان سے زندگی گذر رہی ہے۔

ڈاکٹر دسا بھائی جو مذہب پارسی تھے یہ بھی اپنی ہمیشہ کے
 ہمراہ حاضر ہوئے، آئینے دونوں کو داخل سلسلہ کرتے ہوئے فرمایا
 آتش پرستی بہت کرچکے اب ساری عمر آتش محبت کا سامنا ہو
 پھر فرمایا، محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر وقت دل یا دنیوی میں مصروف
 رہے، اور ہاتھوں سے دنیا کا کام اس طرح کرو کہ دل کا تعلق ہاتھوں

سے نہ رہے، خدا ہر تھیل اور تھیلہ سے معمریٰ ادا قدیم ہے، جادو خلق خدا
کو ناکندہ ہو چکا، انکی بہن سے فرمایا کہ بجز خدا کے کسی کو جہود نہ جاؤ
اور پیسے کی بیخ میں تین روزے رکھا کرو، بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور
پیسے کو پانی، حضرت رشید ادارہ نے ان واقعات کو حیات
دارث میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

حضرت اوگٹ شاہ دارہ ضیافۃ الاحباب میں تحریر کرتے
ہیں کہ مسٹر ٹامسن دارہ جو افریقہ کے رہنے والے تھے اور او
آر، آر ریلوے میں ملازم تھے، سرکار کے قدیم حلقہ بگٹوں میں
شامل تھے۔

مسٹر سابرہ میجر براہ پوتا نر ریلوے ٹرانک سرکار کے نا دیدہ
عاشق تھے اور اکثر خطوط کے ذریعہ رہنمائی اور سعادت حاصل کرتے تھے
دسمبر ۱۹۰۱ء میں ایک نوجوان عیسائی پیرس سے ایک سرجم کو
ہمراہ لے کر دیوہ شریف حاضر ہوئے ان کا نام کاؤنٹ کلارڈا
تھا، وہ اسپن کے ایک ممزدا اور صاحب ثروت خاؤادے سے
تعلق رکھتے تھے۔

سرکار نے شفقت فرمائی اور انہیں گلے لگا کر انکی منزل
آسان کر دی، آپنے ان سے سرجم کے ذریعہ فرمایا محبت کی قیمت
رد پئے اور اشرفی سے نہیں ہوں، جو شخص اپنی عافیت کو چھوڑتا
ہے خدا اس کو مٹا ہے۔ اگر تصدیق ہو تو ہر شے میں اس کا جلوہ

نظر آتا ہے۔

دوسرے دن آگے کاؤنٹ گلازدا کو تہ بند عنایت کیا اور فرمایا، جاؤ ایک صحت پکڑ لو دہی تمہارے ساتھ رہے گی۔
 کاؤنٹ گلازدا نے سوارسی ن ۱۹۰۰ء کو بعد وصال وارث پاکؒ ایک خط حضرت اد گہٹ شاہ دارنی کو لکھا۔ میں آپ کے سامنے کرتا ہوں اپنے ولی کو میں نے دیکھا وہ دوسرے عالم میں جا رہے ہیں اور وصال کے قریب انہوں نے اپنا وعدہ پورا کیا اور مجھے اپنے قلب سے متصل کر لیا۔

ترجمہ سے دور کب ہے جو فرقت کا غم کروں
 میری نگاہ میں یہ شب غم فریب ہے۔
 (حیات دارنی)

فیض آباد میں سرکار حافظ زین العابدین دارنی ڈسٹرکٹ جج کے بجگے میں قیام فرماتے، حسب معمول ہزاروں مسلمان اور غیر مسلم بارگاہ وارث سے فیض روحانی حاصل کر رہے تھے، جج صاحب کے یہاں پنڈت آثارام بھی موجود تھے۔

انہیں ہندوؤں کی یہ عقیدت تھی کہ دنیا زمندی بالکل پسند نہیں آتی وہ تعصب ذہنی کا شکار تھے، انہوں نے سرکار سے کچھ سوالات کئے آگے پیدمات سے جو مولیٰ کامل حضرت ملک محمد جائسی کی شاہکار تخلیق ہے کے کچھ اشارے پڑھے اہلکے رموز و نکات بیان

فرمانے لگے۔

ہنڈت آتارام سرکار سے ان کے معنی سنکر زمین پر لوٹنے لگے اور جب ہوش میں آئے تو یادداشت کہہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔

پینتے پور میں چھوٹک جی بابا گوردنانک جی کے مسدک پھال تھے، وہ جب سرکار کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اپنی قوم میں شامل بھی رہوں اور سرکار سے وابستگی بھی ہو جائے،

آئیے انہیں دیکھ کر فرمایا، مریدی دل سے مونی ہے اور دل مومن ہوا کرتا ہے یہ خوش خبری سنکر وہ خوش ہو گئے اور بیعت سے سرفراز ہو گئے۔

ٹھاکر پنچم سنگھ رئیس ملاؤلی ضلع میں پوری جو کرشن بھگت تھے اور انہیں دیکھنا چاہتے تھے، وہ ہر صوفی سنت ہاتھ کے پاس اسی خواہش کو لے کر جا گئے کہ کہنیا جی کو دیکھنا چاہتا ہوں۔

جب وہ دیوہ شریف میں حاضر ہوئے تو سرکار نے انہیں نگاہ التفات سے دیکھتے ہوئے فرمایا، دیکھو گے، دیکھو گے، ان جملوں کے ساتھ ہی ٹھاکر پنچم سنگھ بے قرار ہو کر سرکار کے قدموں پر گر پڑے اور زار و قطار روتے رہے، اس کے بعد سرکار نے انہیں داخل ملکہ کیا، ٹھاکر پنچم سنگھ نے کئی مکانات سرکار کے

نام پر وقف کر دیئے ہیں اور دوزخ مبارک کی تیسری میں انہوں
نے بنیادی کردار ادا کیا ہے۔

یہ چند واقعات اس لئے تحریر کر دیئے ہیں کہ ان سے سرکار
کے سنام اتحاد کی اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے، حادثہ پاک نے
انہیں اخلاق کریمانہ اور انداز مشفقانہ سے ہزاروں نہیں بلکہ
لاکھوں گم کردہ راہ لوگوں کو انکی منزل تک پہنچایا ہے۔

سمیٹ سکتا ہے بھری ہوئی محبت کو
جو اپنے دامن احساس کو شادہ کرے
(حیات و اسی)

عبادت شریاضت

فرقت محبوب میں جنگی گذرتی ہوں شبیں

پوچھے کچھ ان سے آہ صبح گامی کے مزے۔
(حیثیات و امراتی)

سرکار وارث پاک پر کچھ ظاہر پرست اور کم نگاہ یہ تہمت
لگاتے ہیں کہ آپ نماز کی پابندی نہیں فرماتے تھے یہ الزام ذہنی کجی
اور فکری غیبت کی علامت ہے۔

جس شخصیت نے پایادہ حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا
ہو، جسکی حیات مبارکہ مرضی رب کی پابند ہو، جو عاشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم ہو، وہ شخصیت شریعت مقدسہ سے بے نیاز رہ سکتی ہے۔

آپ نے ایک بار ارشاد فرمایا کہ جو نماز نہ پڑھے ہم میں سے نہیں ہے
آپ کے حالات اور واقعات شاہد ہیں کہ آپ کی عبادت و ریاضت
بہن کرامت ہے۔

حضرت حاجی وارث علی شاہ چمپن ہی سے عبادت و مجاہدہ
کے پابند تھے، آغاز جوانی تک ہر ماہ تین روزے مسلسل رکھتے
اور بعد میں ایک مدت تک ہر ماہ ایک ہفتہ برابر روزے رکھتے
رہے، روزوں کے زمانے میں آپ کی غذا برائے نام رہ جاتی تھی۔

حضور وارث پاکؑ نے کوہ طور، کوہ فاران، غار ثور،
غار حرا، اور غلیات وغیرہ میں خلوت نشین ہو کر مجاہدہ فرمایا
ہے، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ، نجف اشرف، کربلائے معلیٰ، بغداد مقدس
میں ۱۲ سال تک چلہ کشی کی ہے۔ جو کچھ آپؐ کو اخفا کا بہت خیال
تھا اور غور و تامل سے سرسبز کرتے تھے، اس لئے عبادت الہی
کو بھی پردہ راز میں رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔

ابتدا میں تمام شب تلاوت قرآن پاک اور نوافل میں
گزارتے اس لئے اکثر پائے مبارک دم آلود ہو جاتے تھے،
آپؐ کو کبھی غفلت میں سوتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

سرکار عالم پناہ صبر و توکل اودیم در ضائع ایسے پکرتے
جسکی مثال ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے آپؐ تمام عمر سکر
را بچ الوقت میں سوچے پیسے کو ہاتھ نہیں لگایا

ایک دولت مند گھرانے سے تعلق رکھنے کے باوجود ہوش
سنبھالتے ہی دنیاوی مال و اسباب سے کنارہ کشی اختیار فرمائی
آپؐ اپنے عقیدت مندوں سے کبھی نقد کی صورت میں کچھ قبول
نہیں فرماتے۔

ایک اصرام جویم اظہر پر ہوتا، چند مٹی کے ڈھیلے پاکی کیلئے
اور چند خلائین آپؐ کا سرمایہ زندگی تھا۔
آپؐ کی یہ شان استغنی اور بے نیازی دنیا سیر الینبیا صلی اللہ علیہ وسلم

کا در و تھا۔

آپ نے دست بکوال دے کر کرتے کی سختی سے ممانعت کی ہے۔
سرکار نے بھی کوئی چیز طلب نہیں فرمائی، خدام بارگاہ جو
پیش کر دیتے وہی بہت ہوتا، جب کوئی نیاز مند احرام پیش کرتا
تو پرانا فوراً تقسیم ہو جاتا خواہ وہ کتنا ہی بیش قیمت کیوں نہ ہو۔
سرکار نے کسی سے اپنی کسی حاجت یا ضرورت کا اظہار نہیں
فرمایا آپ گنڈے تو بزنس کے لئے بھی منع فرماتے تھے، آپ نے فرمایا
جو تم سے محبت کرے اس سے محبت کرو، نہ کسی کے لئے دعا کرو نہ
بد دعا۔ تم تسلیم و رضا کے بندے ہو۔

آپ نے ساری زندگی کھانے کی فرمائش نہیں کی، پہلے سے کوئی
انتظام آپ کے نزدیک توکل کے خلاف تھا، آپ کی غذا بھی صبرِ استقامت
کا اعلیٰ نمونہ تھی چونکہ سرکار نے بچپن سے روزے رکھنا شروع
کر دیا تھا، اس لئے کچھ ضعف تھا ہی کہ ۵۰ سال کی عمر شریف میں
شکوہ آباد ضلع میں پوری میں آپ علیل ہو گئے، نقاہت زیادہ
بڑھی تو غذا نہ غذا استعمال فرماتے گئے، لیکن وہ بھی برائے تمام
قیام دیوہ کے درمیان شیخ علی شاہ فضل حسین ادرید معروف تھا
باری باری خواص پیش کرتے تھے، جب دست خوان لگ جاتا،
آپ کو متوجہ کیا جاتا کہ سرکار فلاں چیز سے آپ کھل سے اتنی تلیں
مقدار میں اٹھا لیتے کہ اس چیز کا کوئی فائدہ معلوم نہ ہوتا، کھانے

میں اتنی عجلت ہوئی کہ جیسے کوئی کڑوی چیز حلق سے اتاری جا رہی ہے، کبھی کبھی غفلت کھاؤں کو ایک پیالے میں جمع کر لیتے اور دانی ڈال کر نوش فرماتے، کھانا تناول کرنے کے وقت فرق اقدس حرام سے ڈھانپ لیتے، ننگے سر آگے کبھی کھانا تناول نہیں فرمایا کھاتے وقت نشست اکڑوں ہوئی، کھانے سے فارغ ہو کر استنجا کرتے اور دن کے کھانے کے بعد قیلولہ شب کے کھانے کے بعد چھن تدمی فرماتے تھے، آٹھ گیارہ سال کی عمر مبارک تک اپنے گھر پر کھانا نوش کیا اس کے بعد تمام عمر قفل پر گزاری، ان حالات کے مطالعہ سے یہ بات پوری طرح روشن ہو جاتی ہے، کہ عاشقانِ خدا اور بحبانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کا ہر گوشہ عبادت ہے، ان کا سونا، باگنا، کھانا، پینا کھٹکوکنا خاموش رہنا سب کے رضی رب کی تابع اور رحمت کو نین صلی اللہ علیہ وسلم کی پردی ہے۔

اللہ والے غذا کا استعمال اس لئے فرماتے ہیں کہ روح کا قفل جسم سے برقرار رہے اور عبادت خدا اور نیاز مندی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے طاقت و توانائی ملی ہے یہ کھانے کیلئے نہیں جیتے بلکہ جیتے کے لئے کھاتے ہیں۔

آٹھ پوری زندگی نہایت پاکیزگی، طہارت اور تجرد میں گزار رہا ہے، آپ شادی نہیں کی، آپ کو دنیا کی فطری کشش

بھی متوجہ نہ کر سکی۔

آپ ہمیشہ داہنی کروٹ لیٹ کر استراحت فرماتے تھے حکماء کے مشورے اور خدام بارگاہ کے اصرار پر بائیں کروٹ لیٹے اور پھر ایک منٹ کے بعد کروٹ تبدیل فرمالیتے، آپ نے جت لیٹ کر کبھی آرام نہیں فرمایا۔

سرکار نے کبھی حکم سرائے نہیں رکھا نہ زیر کمر نگہ رکھ کر نشست فرمائی، میرا نہ سالی کی بنا پر جب ضعف بہت بڑھ گیا تھا تو خدام بارگاہ کی طرف تہہ کر کے سہانے کے لئے سرہانے رکھ دیتے تھے آپ کی نشست ہمیشہ اکڑوں ہوتا، بیٹھتے وقت دونوں ہاتھ زمین پر رکھے رہتے، نشست کی یہی خاص صفت تھی، کبھی دوزاں اور کبھی ایک نڈاں ہو کر نشست فرمالیتے۔

دنیاوی مال و متاع سے بے رغبتی کا یہ عالم تھا جسکی مثال کے لئے واقعہ بہت کافی ہے۔

ایک بار رات کے وقت فحشور میں فرمایا کہ حلو فیضو چلیں۔ اسی وقت روانگی ہو گئی، رات کا وقت اور جنگل کا سفر راستے میں فیضو شاہ دارائی نے عرض کیا سرکار ڈر لگ رہا ہے، آپ کے ارشاد فرمایا کیا کچھ ہے فیضو شاہ نے عرض کیا سرکار کچھ روپے ہیں۔ آپ نے فرمایا بھئیگ دو۔ انہوں نے تمہیل حکم کی، ڈاکٹ پاسٹ نے فرمایا کہ حلو اب ڈر نہیں لگے گا۔ آپ نے روپے کبھی ہاتھ سے نہیں چھوا نہ اس کا نام یا ہمیشہ روپے کو آدھے کہتے تھے۔

سراپائے نور

صبا، شباب، قوس و قزح شبنی گلاب
 ہر شخص تجھ کو ایک نیا نام دے گیا
 (حیات داری)

سرکارِ وارثِ پاک سراپائے اقدس میں وہ
 نورانی تابش تھی کہ دیکھنے والے محویتِ رہ جاتے تھے، عذرت
 سراجِ داری کے لفظوں میں۔

”سراپائے مقدس آئینہ تھا نورِ دستِ کا“
 یہ وہ نورانی ابد کلش پیکر تھا جس کے دیدار سے مشرق ہمنے
 والوں کو جلوۂ سرِ بدی نظر آتا تھا۔

آکے چہرہ مبارک کا رنگ گندمی سرخی، اک قفا اردو تابندہ
 عشق کی تپش سے اکثر متغیر رہتا تھا، پیشانی منور فراخ، کشادہ اور
 نورانی سے تابندہ تھی، سراقدس نمایاں ابد بند رہتا تھا جس
 حسین گھونگر والے بال تھے، بھوئیں کشادہ مہراب دار تھیں آنکھیں
 بڑی حیا دار سرنگیں تھیں، جیسی ایک جنبش سے طایان حق کی دنیا
 بدل جاتی تھی۔

جس بات کو ایک عالم گنہگار کی تفصیلی گفتگو میں نہ سمجھا سکے

مردوسن کی ایک نگاہ وہ بات بکھا ہی نہیں دیتی بلکہ اس کی کیفیات سے بھی آشنا کر دیتی ہے۔

الحاج اد گہٹ شاہ دارائی نے رشتہات الانس و میں بد واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک منیا سی پتھ کے پنجابی حدویش آئے اودھ کے بستر کے قریب بیٹھ گئے، میں نے پوچھا بابا کہاں استھان ہے بولے بابا امرتسر سے آتا ہوں، بارہ برس سے اس جتھوں ہوں کہ کوئی نامائیں کا سیوک یہ بتا دے کہ ترکہ ہمارے سرور کے امیر نو اس کرتا ہے یا باہر۔ اکڑ ہا تاؤں نے بکھا یا مغیری بکھ میں اب ہم نہ آسکا، حاجی صاحب بابا کا نام سنا تو اسکا خیال سے یہاں بھی حاضر ہو گیا ہوں کہ شاید میری سیما جل ہو سکے۔

اد گہٹ شاہ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت سرکار کا بسرہمن میں تھا آپ کھڑے تھے جب سادھو دواڑے میں داخل ہوا، اور جناب دالا کی صورت دیکھی اور نگاہ ملی وہ اسی مقام پر زمین بوس ہو گیا اور عجیب عالم بیزوی میں افتاں خیزاں قریب جا کر پاؤں پر سر رکھ دیا سرکار عالم پنجاہ نے مجھے حکم دیا ان کو لے جاؤ اور انکے کھانے کا انتظام کرو۔

باہر آکر میں نے پوچھا سادھو جی آپ نے کچھ دریافت نہ کیا، وہ آبدیدہ ہوئے اور کہنے لگے کہ بغیر دریافت کئے جواب مل گیا جس وقت دواڑہ کھلا تو میں نے ایک جوت بابا کی صورت سے

دھرتی سے آکاش کی طرف جاتے دیکھی، جب گورو کے درن میں
 سر دیا تو جسم بشری پایا، بس میری تسکین ہو گئی جو آج تک نہ سمجھ
 پایا تھا وہ کچھ گیا۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر یہ تھی غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی شان کرا یکے حبش نگاہ سے سلوک کی انجانی منزلیں طے کرا دیں
 اور صاحبِ عرفان بنادیا۔

دارث پاک کی بینی مبارک ملی ہوئی اور اونچی تھیں، دہن
 متوسط، دندان مبارک نہایت صاف شفاف موتی جن چمک
 پر حیران، گردن خوشنما اور بلند ہتھیلیاں گوشت سے پر، جو خوشنما
 اور لطف دے عطا کہ صفت، انگلیاں لمبی اور پتلی، سینہ صافی مثل
 آئینہ، کمر کسی قدر سے پتلی اور تازک، پائے مبارک منہ سے ہر
 عضو نہایت موزوں، متناسب اور خوشنما۔

نور کے مرکز سے نسبت سلسلہ ہے قد کا
 کیوں نہ ہو بے مثل و یکتا وہ مسدایا تھا
 (حیاتِ دارثی)

حسین شیر اور طریقہ بیعت

مرے نبی کا سلسلہ صراطِ مستقیم ہے
مرے نبی کے نقشِ پادشاہیوں کا سلسلہ
(حیاتِ داری)

پرسیدگارِ عالم اولیائے کمالین یعنی جالشینِ رحمتِ حسین
صلی اللہ علیہ وسلم کو حسنِ اخلاق اور پاکیزہ کردار کا بہترین نمونہ
بنا کر دنیا کی ہدایت و رہبری کے لئے بھیجتا ہے۔ وہ ان کے
صدقے میں ان سے ربط و محبت رکھنے والوں کو بھی انہیں صفات
عالیہ سے سرفراز فرماتا ہے۔

وارثِ پاک کا انداز گفتگو نہایت پرکشش، دلچسپ اور
ایمان افروز تھا، آپ سکوت کو پسند فرماتے تھے، منظر میں محمد کھنکھنا
مرغوب تھا لیکن جب لب کشائی ہوتے تو فصاحت و بلاغت کا
دریائے بیکراں سر میں لیتا، گفتگو جلد اور آہستہ فرماتے
کم لفظوں میں ساری المعانی اور شگفتہ بیان کے گہرے انداز عیاں
ہوتے، زبانِ مبارک میں ہلکی سی لکنت تھی، جس سے لفظوں کی
لطافت میں اضافہ ہو جاتا، ہمسی کی بات پر نہ صرف لب بھڑکتا تھا
دستِ مبارک منہ پر رکھ لیتے، خدا مالک ہے، خدا میں سب

قدرت ہے اودا سہی قسم کے اشارات و کنایات سے پڑھ لے زبان
مبارک سے ادا فرماتے جو پریشان حال لوگوں کے لئے مُردہ جانفزا
بن جاسکے۔

دوران گفتگو بڑی بڑی عقدہ کشائیاں فرماتے، حضور انور کی
سیرت مبارکہ کا سب سے اہم پہلو یہ تھا کہ ہر شخص اپنی قربت پر ناز و افکار
کرتا۔ اکثر مریدین کے راضی ہونے پر آپ کھڑے ہو کر ممانعت فرماتے
گھر کے تمام افراد کی نام بنام خیریت دریافت فرماتے، خاکسار کی
اود منکر المزاجی آپ کی صفت عالیہ تھی، ایسے کو مخلوق خدا میں
سب سے کم تر مین سمجھتے اور ہی تسلیم دیتے کہ اپنی ہستی سے گذر جاؤ۔
اگر کوئی شخص آپ کے کسی کی غیبت یا برائی کرتا تو اسے اس
انداز سے جواب دیتے تھے وہ اس عیب سے ہمیشہ کے لئے مُتاب
ہو جاتا، سرکار پاک کی دنداری بھی بے مثل ہے جو کام ایک بار
کریا پھر وہ معمول میں شامل ہو گیا، بھولنے کے طور پر جس کے مکان کے
پر ایک بار قیام فرمایا پھر وہیں قیام کیا اس میں تبدیلی ناہمکن
تھی، بڑے بڑے رئیس اعدا جاگیر دار و خواست کرتے کہ حضور ہمارے
ہاں قیام فرمائیں لیکن آپ نے غریب میزبان کی دل شکنی کبھی گوارا
نہیں فرمائی۔

آپ کے لباس میں بھی انفرادیت تھی، شرواع میں ہندو اور جین
پاجامہ کا مدار ٹوپی، سلیم شاہ جوتے زیب تن کرتے جو کہ

اس وقت کے شرفائے اودھ کا لباس تھا، لیکن جب حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے تو جو تاجمیر شریف میں ترک فرما دیا۔ اسی سفر میں ڈپٹی بھی چھوٹ گئی، جدہ پہنچ کر احرام باندھا اور یہ لباس اتنا مرغوب خاطر ہوا کہ تمام عمر کے لئے اپنا لیا راز آشتائے شریعت اس حقیقت سے واقف ہیں کہ احرام کے کیا آداب ہیں، اور احرام نشینی کے بعد کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اس معزز اور معتبر لباس کو تا عمر اختیار کرنے والی شخصیت کی عظمت اور تقویٰ و دلہارت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ حضرت سیدنا الحاج حافظ وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ حالت احرام میں رہے سب سرکار کا کوئی دانا دشمن یا نادان دوست یہ بات کسی طرح یاد نہیں کر سکتا ہے کہ حضور نماز یا فرائض سے غافل رہے، معاذ اللہ سرکار وارث پاک کی پوری حیات مبارکہ اودھ اس کا ایک ایک لمحہ مرضی خداوندی اور پیروی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بسر ہوئی ہے۔

زندگی کا ہر گوشہ کر دیا ہے آئینہ
یہ بھی میرے آقا کی شان ہے مثالی ہو
(حیات وارثی)

میر کی کشتی ڈوب جائے یا ہو سائل آشنا

اب پکاروں گاکے تم کو صدا دینے کے بعد
(حیات داری)

سرکارِ وارث ”عموماً سلسلہ قادریہ، رزاقیہ، چشتیہ، نعلانیہ
میں داخل سلسلہ فرماتے تھے، بعض لوگوں کو سلسلہ صابریہ سے بھی
فیض یاب کیا ہے، جب آپ فردِ اربعیت فرماتے تو اس
وقت بیعت سے قبل تین بار استغفار پڑھوا کر یہ الفاظ ادا کرتے تھے
ہاتھ مکڑتا ہوں سرکار، ہاتھ مکڑتا ہوں خدا رسولؐ کا ہاتھ
مکڑتا ہوں پیغمبرِ پاکؐ کا۔ اس کے بعد آپ کوئی خاص ہر بات
فرماتے تھے، جس وقت لوگ زیادہ تعداد میں ہوتے تو اجتماع کی
طور پر بیعت سے مشرف فرماتے، اس وقت خدام بارگاہ اسی
ترتیب وقاعدے سے باوازا بلند اقرار لیتے تھے۔

آپ کی ذات والا صفات میں خداوندِ قدوس نے اسی
نشانی پیدا کر دی تھی کہ مخلوق خدا جوق مدجوق حاضر بارگاہِ ہدی
آپ کے یہاں بلا تفریق مذہب و ملت لوگ حاضر ہوتے اور گوہرِ مراد
سے دامنوں کو بھرتے، آپ حاضرین کو طلب کے مطابق ان کی
مشکل کشائی فرماتے۔

ہن الاقوامی اتحاد کی اس سے بڑی اور مکمل مثال کہیں نہ
نہیں مل سکتی، بعض کم فہم اور کم تہاہ نگاہ اس بات پر مسخر من ہوتے

ہیں کہ سرکارِ نبوت لینے میں احتیاط نہیں کرتے تھے، حیرت
اس بات پر ہے کہ ستر ضحین اتنی آسان ادا کرنے کی بات
کیسے نظر انداز کر دیتے ہیں، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس
وقت اعلانِ نبوت فرمایا اقدین متین کا پرچم لہرایا اس وقت
دنیا میں کسی مسلمان کا وجود نہیں تھا، آگے ہر ایک دید کو پیغام
وحدت و رسالت مستابا اقد جس نے بھی اس پیغامِ نجات کو اپنا لیا
جایا، آگے نے اسے شرفِ بر اسلام کر لیا اقد لا الہ الا اللہ -
محمد رسول اللہ کے ذریعہ مستایمان عطا فرمادی بدقتہ رفعتہ اپنی
تربیت اور نگاہِ رحمت سے انکی اصلاح فرما کر انہیں اقوامِ عالم
کا سردار و افتخار بنا دیا۔

اگر صرف صالح اور نیک لوگوں کو منتخب کر کے اسلام کی دعوت
دی جاتی تو لاکھوں خدا کے بندے ہدایت سے محروم رہ جاتے۔
سرکارِ وارثِ پاک چونکہ اپنے جدِ معظم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کے سچے نائب و جانشین تھے اس لئے یہ صفت رحمت انہیں بھی
موجود تھی کہ جو سوال بھی بارگاہ پر حاضر ہو گیا وہ مایوس و نامراد
واپس نہیں گیا اور سرکار کی توجہ سے اس کی شناخت روحانی
تجلی ایمانی میں تبدیل ہو گئی، یہاں اس نفسیاتی تکتے کی وضاحت
بھی ضروری ہے کہ جب تک انسان ایک دوسرے سے قریب
نہیں ہوگا اور اس کے کردار کا مطالعہ اور مشاہدہ نہیں کرے گا۔

متاثر کس طرح ہو گا۔

تاریخ اسلام اس بات کی شاید ہے کہ بزرگان سلف کی
صحبت اور قربت سے متاثر ہو کر ان گنت لوگوں نے دولت
ایمان و عرفان حاصل کی ہے کسی طویل بحث میں الجھنے کے بجائے
اتنا ہی عرض کرنا ہے کہ جب تک ہم اپنے پیغام کو پہنچانے کے
لئے لوگوں کو اپنے پاس نہ بلائیں گے یا ان کے پاس نہیں جائیں
گے تبلیغ و اشاعت کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔

سرکار کا طرز عمل اور طریقہ تبلیغ بالکل فطری اور اسوۂ محمدی
کی پیروی ہے پھر اس طریقہ سب سے ایک ایسی عالمگیر انسانی برادری
اور ایسے صالح سماج کی بنیاد رکھی مقصود تھی جو کم از کم تمام انسانوں
کو ایک مرکز پر جمع کر دے۔

دارت پاک خواتین کو بیعت کرتے وقت دست مبارک
نہیں دیتے تھے بلکہ احرام کا گوشہ مرحمت فرماتے تھے اور سیدنا
کا اتم گرامی بھی کہلاتے تھے، مستودات کو بیعت کرتے وقت انکی
جانب سے نگاہیں ہٹائے رکھتے تھے۔

ہر مرید کو پیئے اہد کام کے اعتبار سے نصیحت فرماتے، کسی سے
کہا کہ ہاتھ کے پچھے رہنا، ظلم نہ کرنا، پورا قولنا، کپڑا نہ چراتا، ڈنڈی
نہ مارتا وغیرہ، ان مختصر ترین جملوں اور نصیحتوں میں جو بلاغت اور
حکمت نہاں ہے اس سے انسانی نفسیات کے ماہرین خوب واقف

ہیں اگر ان بری حادثوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے تو ہمارا
 سماج سدھر سکتا ہے اور بڑے بڑے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔
 سرکار کے یہاں خلافت و سجادگی نہیں ہے لیکن احرام پوش
 فقراء کو بیت لیسے کی پوری اجازت تھی، سرکار نے بعض لوگوں کے
 سوال کرنے پر خود ارشاد فرمایا ہے بسنو تم ہمارے مرید ہو، ہاتھ
 اور دہ ہاتھ ایک ہی ہے ان سے اور ہم سے محبت رکھو۔
 مرشد برحق نے نیاز مندوں کو فوید روح پرورد سنائی ہے۔
 کہ محبت ہے تو ہزار کوس پر بھی ہم تمہارے ساتھ ہیں۔
 آنے اکثر ارشاد فرمایا ہے کہ یہاں دین بھی ہے اور
 دنیا بھی، جس کا جو جی چاہے وہ لے لے، اگر دونوں کی ضرورت
 ہو تو دونوں ہیں۔

دین و دنیا دونوں کی نعمتوں کا گہودہ
 مخزن کرم و ارث، مرکز عطا و ارث
 (حیات و ازل)

آئینہ نگاہ

پر دے اٹھیں تو ساری فضا جگمگا اٹھے

ہے اس قدر اجالا دیکھوں کی قدر میں
(زحیاتِ قاترہ)

ایک دن حضرت سرسیدنا خادمِ علی شاہ قطب الوقت حضرت
اکبر شاہ سے ملاقات کے لئے گئے ہر کار و ارث پاک بھی ہمراہ
تھے جس وقت اکبر شاہ کی نگاہ وارثِ پاک پر پڑی تو فوراً
گلے سے لگایا اور فرمایا۔ صاحبزادے! مددِ زادِ ولی میں، اب
ایسا کوئی ہزار برس تک پیدا نہ ہوگا، روئے زمین کی دلالت
ان کے ہاتھ ہوگی۔

مولوی محمد یحییٰ دارثی دکن ورمیس عظیم آباد نے اپنا یہ واقعہ
بیان کیا ہے کہ حسبِ سہول ایک اوار کو مددِ والدے مکان میں
نہا کر ناگاہ نور الدین بجزوتِ شریف لائے، میں نے چائے
حقہ پیش کیا اتفاق سے دونوں چیزیں قبول کر لیں اور فرمایا
کہ مولوی صاحب آپ کہاں گئے تھے، میں نے جواب دیا
کہ دیوہ شریف کیا تھا۔

فرمایا۔ خوش قسمت وہ شیر خدا کا پوتا ایک نظر عنایت سے قطرے
کو دریانا دیتا ہے مولوی میسر کا سہ گدائی میں بھی اس کا
دیا ہوا لکڑا ہے۔

الحاج اوگٹ شاد نے فرمایا کہ سیاحت کے لئے انبالہ
میں تو حضرت سائیں توکل شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا ،
سائیں قبلہ عارفین دقت میں سے تھے ، میرا لباس دیکھ کر آنکھ
بھرا آئیں اور پر جوش لہجے میں فرمایا ، رسول کریم و احابہ صاحب
و انبیاء سا ڈھنچے نال و انداز ہے۔

رحیم شاہ دارفی فرماتے ہیں کہ شاہ عبدالرحمن لکھنوی نے
اکثر ارشاد فرمایا ہے کہ اس دقت دیوہ میں ایک صاحبزادے
ہیں۔ جکی طرف تمام مخلوق رجوع ہوگی۔

وہ اسنے دقت کے آفتاب ہوں گے ، مشرق و مغرب تک
ان کا ڈنکا بجے گا۔

حضرت مولانا الحاج سید ابو محمد علی اشرفی سجادہ نشین
کچھوچھو شریف نے صاحب مشکوٰۃ حقانیہ کو تحریر کیا کہ حضرت
حاجی صاحب قبلہ بڑے بڑے بانی کے دلی کامل تھے ، اس قدر
محویت کا غلبہ تھا کہ ایک دن آپ نے فرمایا ابھی ہم کو صبح کرنے
کی ترکیب یاد ہے ، اللہ کی تعالیٰ سے کھٹکرتے ، مگر ایک
لمحہ کے لئے بھی محویت و حمدہ لا شریک سے غافل نہ ہوتے

میں ان کو عارف باللہ اور صاحب مقامات عالیہ جانتا ہوں
انہوں نے مزید فرمایا کہ دہلی میں حاجی صاحب کے بارے میں
ایک دودیش کا مل نے کہا تھا کہ : اس قوت باطنی کا درجہ
زمانہ کوئی نہ ہوگا :

حضرت مولانا مفتی قیام الدین فرنگی محلیؒ نے فرمایا جناب
حاجی وارث علی شاہؒ صاحب سلسلہ قادریہ رزاقیہ کشریم اللہ کے
مشاہیر میں سے تھے جنکے توسل سے کثیر تعداد لوگوں کو مشرف بہ بیت
ہو کر داخل سلسلہ ہوئی۔ علمائے فرنگی محل حضرت حاجی صاحب کو
کالمین میں اعتقاد کرتے تھے، میں نے ان کی تویف کرتے ہوئے
اپنے والد مولانا عبد الوہاب صاحب قدس سرہ اور مولانا
عبد النصار صاحب اور حضرت محمد زادہ والد قبلہ سجادہ نشین
بانہ شریف قدس سرہ اور دیگر اکابر کو دیکھا ہے۔

مولانا عبد الباقی فرنگی محلیؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ اخوی مکرم
مولانا عبد الرؤف صاحب کو حاجی صاحب کے بارے میں
تامل تھا، لیکن اس واقعہ سے یہ اتامل جاتا رہا، ایک شخص
مدینہ طیبہ حاضر ہوا ہر ض حال کیا تو پھر بارگاہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف سے خواب میں ارشاد ہوا کہ فضل الرحمن یا حاجی وارث علیؒ
کے مرید ہو جاؤ، وہ شخص واپس آیا اور مولانا فضل الرحمن گنج مراد آباد
کا مرید ہو گیا، مگر یہ خیال رہا کہ حاجی صاحب بھی اکابرین میں سے ہیں

جنگی جانباز شازہ روحانی حضرت رسالتا صلی اللہ علیہ وسلم سے
 ہوا تھا، اس وجہ سے انکی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے، چنانچہ
 وہ اپنے پیر کی اجازت سے حضرت حاجی صاحب کی بارگاہ میں
 حاضر ہوا، آئے اس شخص کو دیکھتے ہی فرمایا کہ غم تو یاہ میں تھے
 مولوی احمد حسین ساکن رہرا نسو ضلع بارہ بنگی کے بھائی
 جب حج بیت اللہ کو گئے تو سرکار سے اجازت لینے حاضر ہوئے
 آئے ارشاد فرمایا۔ میرا سلام حاجی امداد اللہ ہا جرگی سے کہتا
 وہ اس وقت میرے ساتھ تھے جب میں مکہ شریف میں تھا۔
 انکا بیان ہے کہ جب میں نے آپکا سلام پہونچایا تو حضرت
 ہاجر کی پر ایک خاص اثر ہوا۔ اور ان کے آنسو ٹھل آئے، جواب
 میں فرمایا میری جانب سے ہندوستان کے آفتاب سے درخشاں
 کرنا کہ دعا کریں کیونکہ میرا وقت آگیا ہے۔ جب میں نے آپ کی
 خدمت میں حاضر ہو کر پیغام پہونچایا تو حضور اقدس نے فرمایا، حاجی
 امداد اللہ خود دلی کا مل ہیں ان کو دعا کی کیا حاجت ہے۔
 حضرت شاہ سلیمان قادری حسی پھلوار سی شریف کا بیان
 ہے کہ مجھ سے حضرت قبلہ حاجی امداد اللہ ہا جرگی نے ارشاد فرمایا
 تھا کہ حاجی دارث علی شاہ ساموحد پھر دیکھنے میں نہیں آیا۔

حضرت میاں محمد شہر بلی بھیتی کے رو برو حضرت حاجی صاحب
قبلہ کا تذکرہ آیا تو آپ فرمایا، وہ بہت بڑے آدمی ہیں، جو
مختلف ان سے خلاف ہوتا ہے اسکی صورت دیکھنے کو میرا جی نہیں چاہتا
مولانا مفتی ابو ذر دارنی کا بیان ہے کہ میاں محمد شہر صاحب
سے بد عقیدہ تھا جب حضور دارث پاکؐ سے بیعت ہوا تو خود بخود
مجھ کو حضرت میاں شہر محمد سے عقیدت ہو گئی اور میں دیکھ شریف
سے پسی بھیت گیا، آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا، تو خود نہیں آیا ہے کسی
کا بھیجا ہوا آیا ہے۔

حضرت حاجی صاحب مدینہ منورہ سے شام ہوتے ہوئے
بنداد پہنچے تو آپ کی آمد سے قبل حضرت شاہ محمد اکل اور حضرت
سید محمد مفتی صاحب، صاحب سجادہ بنداد شریف کے والد
بزرگوار دونوں حضرات کو آپ کی آمد سے ایک ماہ قبل حضرت
محبوب سبحانی قطب ربانی سیدنا غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
نے عالم خواہیں بشارت دی کہ ہمارے ایک فرزند ہندوستان
کے رہنے والے عسکر سے آئے ہیں، انہوں نے تمام عمر کوئی کپڑا نہیں
پہنا، احرام باندھتے ہیں ان کے لئے دو تین احرام تیار رکھو، جس
وقت آپ تشریف لائے تو صاحب سجادہ ادا کمل شاہؒ نے
غوث پاکؒ کی جانب سے یہ تحفہ دیا کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ سب
کو عامہ یا خاص ملتا ہے یہ نئی بات کیسی کہ ان کو احرام دیا گیا، ان

دونوں بزرگوں نے جواب دیا کہ لوگوں کو ہم اپنی طرف سے حق دیتے ہیں مگر ان کے لئے فرمانِ غوثیت ہی ہے جسکی قیصل کی گئی ہے۔
چند اکابر اولیاء اللہ اور علمائے باصفا کی آراء پیش کر کے
مفسر یہ بتانا مقصد ہے کہ سولی راہِ اولیٰ می شناسم۔

اور روشن کر دیئے تم نے نگاہوں کے چراغ
جلوہ گاہِ ناز کا پردہ اٹھا دینے کے بعد
(حیات و رانی)

تعلیمات ارشادات

جو شخص چاہے کہ منزل کو اپنی جادہ کرے
قیام محفوظ کرے اور سفر زیادہ کرے

سرکار وارث یا کئی کی تعلیمات و ارشادات میں شریعت حق
کی پابندی عشق خدا کی وارفتگی اور حب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی
تابندگی نمایاں ہے۔

آپ مکمل ترین عہد تھے ہر وقت یاد مجود میں مصروف اور
مخوڑے تھے اور یہی تعلیم اپنے مریدوں کو بھی دیتے تھے۔
شکوہ آباد میں قبلہ عالم پناہ کا قیام تھا لوگ بارش نہ
ہونے کی وجہ سے پریشان تھے، آپ نے فرمایا خدا کو مجھ پر بند ہے
توبہ کرو اور نمازیں پابندی سے ادا کرو وہ رحم فرمائے گا۔
تمام حاضرین نے ان باتوں کا عہد کیا اور دوسرے دن سے
بادش شروع ہو گئی۔

ایک بار فضل حسین وارثی سے فرمایا فضل حسین سب سے
کہہ دو جو نماز نہ پڑھے گا ہمارے حلقہ بیعت سے خارج ہے۔

مولوی احمد علی دارٹی دکیں آگرہ سے ارشاد فرمایا، مولوی صاحب ہر شخص کو شریعت کی پابندی اور اتباع سنت لازمی ہے سرکار عالم پناہ کے علم و عرفان اور رفعت و شان کا اندازہ اس واقعے سے بخوبی ہو جائے گا اور مولانا نے ردائم کے اس مصرع کی تصدیق ہو جائے گی کہ

روح محفوظ است پیش ادیار

ادگہٹ شاہ دارٹی کا بیان ہے کہ لمبی علی گوہر خان پہلی بیٹی کے ہمراہ ایک صاحب بیعت کی غرض سے حاضر خدمت ہوئے جب بیعت ہو گئے تو حضور کے حکم کے مطابق شاہ فضل حسین دارٹی کی خانقاہ میں ہڑا دیتے تھے، خانقاہ کے اندر ہی مسجد بھی ہے جب انہوں نے نماز ظہر اور عصر قضا کر دی اور منہ سکر کا وقت آیا تو شاہ فضل حسین نے ادگہٹ شاہ کو بلا کر ان کے سامنے کہا کہ یہ نووارد بہانہ تازہ سے انکار کرتے تھے، ادگہٹ شاہ نے اکی جانب دیکھا تو وہ نہایت سادگی سے کہنے لگے کہ میں نے سنا ہے جو شخص حاجی صاحب کا مرید ہو جاتا ہے نماز صاف ہو جاتی ہے اگر نماز ہی مریدی کی شرط ہے تو میں کہیں اور بھی بیعت ہو سکتا تھا یہ سکر شاہ فضل حسین کو ہنس آگئی، ادگہٹ شاہ ان کو لے کر سکر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا۔ حضور انور نے ان کو دیکھ کر فرمایا، اچھا اچھا تین برس پڑھو

پھر معاف ہو جائے گی، یہ سکر وہ نہایت خوش ہوئے اور پابندی
سے نماز ادا کرنے لگے اور دن گتے رہے تین سال پورے ہوئے
پر انکا انتقال ہو گیا۔

اس واقعے کے کئی روشن پہلو ہیں، پہلا یہ ہے کہ وارث پاک
کے تمام حلقہ بگوش شریعت و نماز کی پوری پابندی کرتے تھے
وہ کسی ایک شخص کی دو نماز میں قضا ہونے پر شکایت نہ کی جاتی
دوسرے یہ کہ ایک مخصوص حلقہ قبلہ عالم ادا ان کے جاں نثاروں
سے متعلق بدگمانی کرتا ہے کہ آپ کے یہاں پابندی نماز نہیں ہے۔
اس واقعے سے ان لوگوں کی غلط فہمیوں کو رفع ہو جانا چاہیے
میسری ادا آخری اہم بات یہ ہے کہ عطا نے پروردگار اور نسبت
احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی رسائی لوح محفوظ تک نہی، آپ نے
اس مرید کی موت کا سفر یہ وقت بتا کر اسکی آخرت کو سنوار دیا
علم غیب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بر شک اور حیرت
کا اظہار کرنے والے اربعہ صیرت ایمانی اور رشتہ روحانی استوار
کر لیں تو یہ بات انکی سمجھ میں آسانی سے آسکتی ہے کہ خدائے
دعہ لا شریک کا علم علم ذاتی ہے پھر معبود برحق کے لئے
کوئی شے غیب نہیں ہے، کیونکہ خالق شے کے مخلوق غیب نہیں
ہے۔ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علم صفائی ہے، جیسے
رب السموات والارض نے اپنی خصوصی عطا سے بخشا ہے۔

رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا احاطہ یہ کائنات نہیں
 سرسکتی کیونکہ ہمارے نبی اکرم عالمین کیلئے رحمت بنا کر مبعوث
 کئے گئے ہیں۔

دارت پاک نے ایک بار فرمایا، نماز نظام عالم ہے۔
 اگر بھڑ دی جائے گی تو انتظام عالم میں خرابی آجائے گی۔ پھر
 فرمایا، نماز وہی ہے جو حضور ملک کے ساتھ ہے، سرکار کا
 ارشاد ہے حق مارتا بہت برا ہے، عبادت صرف نماز ہی نہیں
 بلکہ انہی خانہ داری میں مصروف رہنا، خرید و فروخت کرتا،
 بیوی بچوں کی کفالت کرنا، خواجہ ضروری سے فراغت، کھانا
 کھلانا یہ سب عبادت ہے۔

وصالِ حق

جسکو کہتے ہیں تری یاد میں گم ہو جانا
وہ بھی اک سلسلہ یا خبر کا ایدوست

خالق کائنات اور مالک مرگ و حیات اپنے برگزیدہ بندوں اور دکتوں کو کسی خاص کام کے لئے مبعوث فرماتا ہے جب وہ اس کا عظیم آئینہ مرضی رب کے مطابق کر لیتے ہیں تو ان کے لئے اپنی آغوش رحمت واکر دیتا ہے تاکہ وہ اب الٰہیاد تک اپنے رب کی حمد و ثنا کرتے رہیں اور اپنے وابستگان کی مشکل کشائی اور رہنمائی مشیت الہی کے مطابق انجام دیتے ہیں سرکارِ وادش پاک جب ۶۶ برس میں علی گڑھ ہاتھرس اگرہ فکوح آباد کے سفر سے واپس تشریف لائے تو خدام بارگاہ نے آگے بے حد منت و خوش آمدی کہ اب آپ سفر کا ارادہ ملتوی فرمادیں اور اپنے دیوہ میں مستقل قدام منظور فرمایا ^{۱۳۲۱ھ} ^{۱۹۰۶ء} سے آپ کا مزاج مبارک ناساز رہنے لگا اور علالت کا یہ سلسلہ تقریباً دو سال جاری رہا، ۱۵ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ سے زکام کی شکایت شدید ہو گئی، ۲۰ محرم الحرام کو مزاج عالی ناساز ہو گیا

بخار کی شدت میں اضافہ ہوتا گیا، حکماء علاج کر رہے تھے،
 لیکن دو سال حق کے لمحات نزدیک آتے جا رہے تھے، اسی بیماری
 کے عالم میں بھی سرکار نے کبھی دامن صبر و صفا ہاتھ سے نہیں
 چھوڑا جب مزاج پر سی کی جاتی آب فرماتے، میں بہت اچھا ہوں
 عشق میں شکایت اور اظہار حقیقت کفر ہے، میرے سرکار
 کی حیات مبارکہ کا ہر لمحہ رہروان منزل صبر و صفا کے لئے رہنما اور
 مینارہ بقا ہے

فیض شاہ دارثی بیان کرتے ہیں، ۳ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ
 پشنبہ کے دن سرکار نے شام کو انگشت شہادت بلند فرمائی
 اور کہا کہ اللہ ایک ہے، پھر کچھ رات گزرنے کے بعد حکیم محمد یعقوب
 بگ سے فرمایا، کیا وقت ہے، حکیم صاحب نے عرض کیا دس بجے
 ہیں، تو آپ نے فرمایا، ہم چار بجے اپنے رفیق اعلیٰ کے پاس جائیں گے
 سرکار دارث پاک کے اس جلعے سے آپ کی عظمت و ولایت
 کا اظہار بھی ہوتا ہے، رفیق اعلیٰ کے الفاظ دارث پاک کی بزرگی
 اور قربت الہی کار از مشکف کر رہے ہیں۔

حاجی فیض شاہ دارثی خادم خاص شہد کو ٹھنڈے پانی میں
 ملا کر بار بار پیش کرے سلیحت شاہ اور عبد القیوم کرنا لی کلمہ شہادت
 کی انگلی سے حضور کو چٹاتے، اس وقت ذکر الہی کی ضربیں جو غم کی
 خشکی کی جیسے باد از گھل رہی تھیں پر سکوت ہو گئیں، اسی حکم ذکر

میں آفتاب ولایت، ماہتاب رشد و ہدایت، نمائندہ عشق و محبت
مرکز اہل عقیدت، پچاسی سال کی عمر مبارک میں چار بکرہ اسٹ
پر یکم صفر المظفر ۱۳۷۳ھ ہجری کو اس عالم فانی سے منزل جادوئی
کی جانب عازم سفر ہوا۔

إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُونَ
آپ کے وصال کی الہامی تاریخ صاحبِ مکوۃ حقانیہ نے تحریر کی ہے
عاشق صادق ملا مشرق سے
۳۳ ۳۲ ۳۱

آستانہ وارث

دھوپ پڑنے نہیں دیتا ہے ادبِ خورشید
سایہ عرش بریں ہے سربام وارث
(مایاض خید آبادی)

آپ کا آستانہ عالیہ دیوہ شریف ضلع بارہ بکی میں ہے
دیوہ شریف لکھنؤ سے ۲۴ میل کے فاصلے پر ہے، آپ کے
مزار اقدس کی تعمیر بھی قومی کچہری کا نمونہ ہے، اس کی تعمیر میں مسلمانوں
کے علاوہ غیر مسلموں نے بھی خلوص و عقیدت سے حصہ لیا ہے اس
سلسلہ میں ٹھاکرچم سنگھ دارث کی خدمات لائقِ تحسین ہیں۔

آستانہ پاک کا سبز گنبد جو دلوں کو نور آنکھوں کو سرور بخشا ہے
 کافی فاصلے سے زائرین کی نگاہوں کا مرکز بن جاتا ہے۔
 روضہ مبارک کا اندرونی حصہ ایسا پرسکون اور پر جمال
 ماحول پیش کرتا ہے کہ ہر زائر فوراً دھت اور کیف و راحت کے عالم
 میں محو ہو جاتا ہے۔

روضہ مبارک پر حاضری وہ پراثر تجربہ ہے جسکی کیفیت
 برسوں طاری رہتی ہے، حاضرین اپنے مسلک و مذہب کے اعتبار
 سے بارگاہ سلطان دلائیم فیضیاب ہوتے ہیں اور سرکار کے اس
 قول کی ترجمانی کرتے ہیں کہ ہمارے یہاں مسلمان مجوسی، پارسی، عیسائی
 کا کوئی فرق نہیں جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے۔
 ہو محبت تو نہیں کا فرد و بندار میں فرق
 ہے یہی عشق کے بندوں سے پیام دار

عسکری مبارک اور میلہ کا مالک

طویل ہو کے وہ گوبھی ہے سارے عالم میں
کہی گئی تھی وہی بات اختصار کے ساتھ

عسکری صفر

یحیٰی صفر النظار کو سرکار کے دصال حق کے وقت ہم بھکریم امنٹ
پر سرکار کا قل شریف ہوتا ہے، آستانہ مبارک پر تقاریب کا
سلسلہ کئی روز جاری رہتا ہے، ہندوستان کے علاوہ غیر مالک سے
بھی زائرین حاضر بارگاہ ہوتے ہیں، اتر پردیش گورنمنٹ کا محکمہ
ٹرانسپورٹ بسوں کا خصوصی انتظام کرتا ہے۔

میلہ کاسک

اس میلے کو سرکار وارث پاک نے اپنے والد محترم کی یادگار کے طور پر خود قائم فرمایا ہے۔ یہ میلہ کاسک کے ہمنے میں چاند کی تاریخوں کے اعتبار سے ۱۷، ۱۸، ۱۹ کو رسم قل آد دوسری تقریبات کے ساتھ منعقد ہوتا ہے، شروع میں تھکے لوگوں نے زائون کے لئے کھانے پانی کا بندوبست کرنا چاہا لیکن آپ نے منع فرمادیا کہ ہر آنے والا خود اپنی ضروریات کا سامان ساتھ لائے گا، سرکار ملاحظہ فرما رہے تھے کہ جلد ہی اس میلے کی کچھ حیثیت ہونے والی ہے، یہ میلہ اتر پردیش ہی میں نہیں بلکہ ہندوستان میں اپنی ترتیب و تنظیم کے لئے منفرد حیثیت رکھتا ہے اور قومی اتحاد کا عظیم مرکز ثابت ہوتا ہے، میلوں کے علاقے میں لاکھوں افراد کا روبرو حیات میں مصروف رہتے ہیں۔ دیوہ نمائش بھی اپنی خصوصیات میں ممتاز ہے۔

شجرہ عالمیہ قادریہ وارثیہ

~~~~~ معراج وارثیہ ~~~~~

کلمہ توحید کی لب پر صدائے آج بھی اود زباں پر نام پاک مصطفیٰ ہے آج بھی  
 جو خدا کا کلمہ بھی ہے ساقی کو تر بھی ہے کل کی صورت وہ مرا شکل کشا ہوئی بھی  
 سر غم خانے کی زینت سیر دلی دشمن جلوہ حسن مہر کوں قبا ہے آج بھی  
 عابد و یار اقامت جعفر کاظم رضا ان ہی کا ہر فردا کشف ہدایت آج بھی  
 شیخ معروف دہلوی جلیل صفا نامان سب کمر دل پر کھائے آج بھی  
 اللہ اللہ علی کواحد کا ہر نقش قدم خضر راہ منزل میر در ضائے آج بھی  
 بو الفرج یا بو الحسن دیشاں ہو یا یونس نور ساماں انکے جلوں سے فضا آج بھی  
 میں گدے کو چہ شاہنشہ بغداد ہوں میر سرب دامن غوث الوردی آج بھی  
 بندہ رزاق ہوں داتا گنج بخش میں محکوم سب کچھ انکے دگر کی آج بھی  
 سید احمد کی تجلیات کا عالم نہ تو تھا قلمیج من نور اک آئینہ ہے آج بھی  
 غرق بحر میں سید علی ہوسنی حسن اود بو القیاس درجے پہا آج بھی  
 نور ایمان و یقین میں تر محمد آد جلال ہادی ملت فرید با صفا ہے آج بھی  
 کد بر زمین و اماں کیضا خاں میں ہیں دین میں انے بہار جاننے آج بھی

یہی ہیں مہربان جکے حسین کردار  
 سیدی عبداللہ، رزاق واسطی  
 اکابر عجمیہ بیدار کا سجا ہے آج بھی  
 عطر آفتاب انکی نکست کی مٹا ہے آج بھی  
 شاہراہ بغداد کا ناخدا ہیں  
 نامدارت میر ہریم کی دوا آج بھی  
 کون دکر شاہ فیض جکے اک عالم بر خاص  
 جنگی خاک آستان خاک تھامے آج بھی  
 یہ وہ ساتی ہیں کہ جکے میکدے کلسلہ ساتی  
 نسیم دکر بے ملا ہے آج بھی  
 نبھ کو طوفان حوادث کا نہیں ستر آج علم  
 ناخدا میرا، مرادارت پیارے آج بھی

# شجرہ عالیہ چشتیہ نظامیہ وارثیہ

برائے سرداروں بادشاہِ دو جہاں یارب  
 برائے رحمتِ کل نازش کون دسکاں یارب  
 برائے باعثِ تخلیقِ گلزارِ جنات یارب  
 برائے نامِ پاکِ خاہرِ بنمیراں یارب  
 کرم فرما رہیں الانبیاء کا واسطہ یارب  
 محمدؐ فیصل علی کا واسطہ یارب  
 علی مرتضیٰؑ خیرِ خلق کا واسطہ یارب  
 اسی انگن اسی خواجہ حسن کا واسطہ یارب  
 اسی واحد چراغِ انجمن کا واسطہ یارب  
 فضلِ ملاحی شناس و حق سخن کا واسطہ یارب  
 بنا ہم سب کو پیرِ شیخِ ابراہیمؑ ابراہیم کا  
 سدھش الدین، امین الدین، ملا دھنی اکرم



الہی احمد ابدال احمدی و محمدی کا  
 الہی ناصر الدین کا بنام ہے بھکود و دانہ  
 ہے پیش نظر میں مے موڈ و کا جیلو  
 شریف خواجہ عثمان دیں ہو حرم نقشہ  
 رہیں لب پر مرے خواجہ حسین الدین کی باریں  
 بسمیوں اتے مرے رب کے قلب الدین کی باریں  
 فرید الدین احمد خواجہ نظام الدین کا صد  
 مرے مالک ناصر الدین، کمال الدین کا صد  
 سراج الدین، محمود و سلیم الدین کا صد  
 مرے سینے کو روشن کر جمال الدین کا صد  
 حسن اور شہ فخر شمس الدین کے دیلے  
 کرم کر میری اولادوں پر امداد با پرہیز  
 کلیم اللہ کا صد قریبے جیلو دکھا یارب  
 نظام الدین و فخر الدین کا پرو بنا یارب  
 تجلی جمال شہ سے دل کو جگمگا یارب  
 سے حب عباد اللہ کا ساغر ملا یارب  
 بلندی کر عطا شاہ بلند اقبال کا صد  
 بنا خادم کمال کا سیدہ کے لال کا صد

جہاں بھی ہو مرے غمستانہ وارث کاستانہ  
 جہاں ہو شاہ فیضو خادم وارث کا پروانہ  
 کیا جاتا ہو جس محفل میں بھی ساسی کا افسانہ  
 کوئی بھی سننے والا ہو وہ اپنا ہو کہ بے گانہ  
 الہی واسطہ دیتا ہوں نام پاک وارث کا  
 بجا ہر وارث کو ہر مصیبت سے مرے آقا  
 جمال سبز گنبد روتی دربار کا صدقہ  
 حریم خاص کے ایک اک بد و دیوار کا صدقہ  
 معطر عطر افشاں گیسوئے خمدار کا صدقہ  
 ہمیں سب کچھ عنایت ہو بڑی سکر کا صدقہ  
 در سکر کر پہ اک بندہ محتاج آیا ہے  
 کرم اے وارث ہر دو جہاں عراج آیا ہے

جیانت ڈارنی | میں جدھر سے ہو کے گزر گیا ترا تذکرہ بھی مہک اٹھا  
ترے نام سے مرا سلسلہ میں نقیبِ فصلِ بہار ہوں